بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن.

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا کُتِبَ عَلَیکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْن

(سورۃ البقرۃ : ۱۸۳)

(استقبال رمضان)

کے موضوع پر

لجنہ علمیہ، ریاض کی پانچویں ورکشاپ

۲۲ شعبان ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۰ جون ۲۰۱۴ء بروز جمعہ بمقام کوکو پام ریسٹورنٹ

نمبر شمار	عنوان	مقالہ نگار	صفحہ نمبر
تمہید	روزہ کے چار بنیادی مقاصد۔	مولانا محمد نجیب قاسمی صاحب	۲
۱	رمضان اور روزہ۔	مولانا طاہر احمد قاسمی صاحب	۵
۲	ماہ رمضان المبارک اور قرآن کریم۔	مولانا انعام الحق قاسمی صاحب	۹
۳	رمضان المبارک کے شب و روز۔	مولانا غفران ساجد قاسمی صاحب	۱۳
۴	ماہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ۔	مولانا عبدالرحمٰن عمری صاحب	۱۸
۵	زکاۃ وصدقۂ فطر کے مسائل۔	مولانا جاوید اختر قاسمی صاحب	۲۲
۶	رمضان المبارک کے بعد۔	مفتی عاشق الٰہی قاسمی صاحب	۲۷
اختتام	چھ مقالات پر تبصرہ۔	صدر جلسہ مولانا عبدالباری قاسمی صاحب	۳۰

مولانا محمد ہارون قاسمی، محمد سلیم بن محمد شمیم قاسمی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْم وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن.

روزہ کے چند اہم بنیادی مقاصد

مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی

روزہ کا پہلا مقصد: تقویٰ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا کُتِبَ عَلَیکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْن (سورۃ البقرۃ:۱۸۳) اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

قرآن کریم کے اس اعلان کے مطابق روزہ کی فرضیت کا بنیادی مقصد لوگوں کی زندگی میں تقویٰ پیدا کرنا ہے۔ تقویٰ اصل میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے خوف ورجاء کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے طریقہ کے مطابق ممنوعات سے بچنے اور اوامر پر عمل کرنے کا نام ہے۔ روزہ سے خواہشات کو قابو میں رکھنے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے اور یہی تقویٰ یعنی اللہ کے خوف کی بنیاد ہے۔ روزہ کے ذریعہ ہم عبادات، معاملات، اخلاقیات اور معاشرت غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں اپنے خالق، مالک ورازق کائنات کے حکم کے مطابق زندگی گزارنے والے بن سکتے ہیں۔ اگر ہم روزہ کے اس اہم مقصد کو سمجھیں اور جو قوت اور طاقت روزہ دیتا ہے اس کو لینے کے لئے تیار ہوں اور روزہ کی مدد سے اپنے اندر خوف خدا اور اطاعت امر کی صفت کو نشو ونما دینے کی کوشش کریں تو ماہ رمضان ہم میں اتنا تقویٰ پیدا کرسکتا ہے کہ صرف رمضان ہی میں نہیں بلکہ اس کے بعد بھی گیارہ مہینوں میں زندگی کی شاہراہ پر خاردار جھاڑیوں سے اپنے دامن کو بچاتے ہوئے چل سکیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو روزہ کے اس اہم مقصد کو اپنی زندگی میں لانے والا بنائے۔ آمین۔

روزہ کا دوسرا مقصد: گناہوں سے مغفرت

حضور اکرم ﷺ کا مشہور ومعروف فرمان ہے: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَاناً وَّاحْتِسَاباً غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ (صحیح بخاری وصحیح مسلم) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے یعنی خالصۃً اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے روزہ رکھا اس کے گزشتہ تمام (چھوٹے) گناہ معاف فرمادئے جاتے ہیں۔

اسی طرح حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَاناً وَّاحْتِسَاباً غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ (صحیح بخاری وصحیح مسلم) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے یعنی ریا، شہرت اور دکھاوے کے لئے نہیں بلکہ صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لئے رات میں اللہ کی عبادت کے لئے کھڑا ہوا یعنی نماز تراویح اور تہجد پڑھی تو اس کے گزشتہ تمام (چھوٹے) گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔

اسی طرح حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے: مَنْ قَامَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ اِیْمَاناً وَّاحْتِسَاباً غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ (صحیح بخاری وصحیح مسلم) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کے لئے کھڑا ہوا یعنی نماز تراویح

وتہجد پڑھی، قرآن کی تلاوت فرمائی اور اللہ کا ذکر کیا تو اس کے گزشتہ تمام (چھوٹے) گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے صحابۂ کرام سے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ، صحابۂ کرام قریب ہو گئے۔ جب حضور اکرم ﷺ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب دوسرے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب تیسرے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب آپ ﷺ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے منبر پر چڑھتے ہوئے ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے۔ جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوسکی، میں نے کہا آمین۔ پھر جب دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے، میں نے کہا آمین۔ جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہونچے اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرا سکیں، میں نے کہا آمین۔ (بخاری، صحیح ابن حبان، مسند حاکم، ترمذی، بیہقی) غرضیکہ کس قدر فکر اور افسوس کی بات ہے کہ ماہ مبارک کے قیمتی اوقات بھی غفلت اور معاصی میں گزار دئے جائیں جس سے سابقہ گناہوں کی مغفرت بھی نہ ہوسکی۔ لہذا ہمیں رمضان کے ایک ایک لمحہ کی حفاظت کرنی چاہئے تا کہ ایسا نہ ہو کہ ہم حضرت جبرئیل علیہ السلام اور حضور اکرم ﷺ کی اس دعا کے تحت داخل ہو جائیں۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے کے سوا کچھ بھی نہیں ملتا۔ (سنن ابن ماجہ) یعنی روزہ رکھنے کے باوجود دوسروں کی غیبت کرتے رہتے ہیں یا گناہوں سے نہیں بچتے یا حرام مال سے افطار کرتے ہیں۔ لہذا ہمیں ہر ہر عمل خیر کی قبولیت کی فکر کرنی چاہئے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ کیا یہ شبِ مغفرت شبِ قدر ہی تو نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کا کام ختم ہوتے ہی اسے مزدوری دے دی جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ ہمیں عید کی رات میں بھی اعمال صالحہ کا سلسلہ جاری رکھنا چاہئے تا کہ رمضان میں کی گئی عبادتوں کا بھرپور اجر و ثواب مل سکے۔

روزہ کا تیسرا مقصد: قرب الٰہی

روزہ دار کو اللہ تعالیٰ کا خاص قرب حاصل ہوتا ہے۔ روزہ کے متعلق حدیث قدسی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں خود ہی روزہ کا بدلہ ہوں۔ (صحیح بخاری) اس سے زیادہ اللہ کا کیا قرب ہوگا کہ اللہ جل شانہ خود ہی روزہ کا بدلہ ہے۔ نیز حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تین شخص کی دعا رد نہیں ہوتی ہے، ان تین اشخاص میں سے ایک روزہ دار کی افطار کے وقت کی دعا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔ (صحیح ابن حبان)

روزہ کا چوتھا مقصد: عند اللہ اجر عظیم کا حصول

اس برکتوں کے مہینہ میں ہر نیک عمل کا اجر وثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر عمل خیر کا دنیا میں ہی اجر بتا دیا کہ کس عمل پر کیا ملے گا مگر روزہ کے متعلق حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: الصَّوْمُ لِی وَانَا اَجْزِیْ بِہ روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا۔ بلکہ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ میں خود ہی روزہ کا بدلہ ہوں۔ اللہ اللہ کیسا عظیم الشان عمل ہے کہ اس کا بدلہ ساتوں آسمانوں وزمینوں کو پیدا کرنے والا خود عطا کرے گا یا وہ خود اس کا بدلہ ہے۔ روزہ میں عموماً ریا کا پہلو دیگر اعمال کے مقابلہ میں کم ہوتا ہے اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے روزہ کو اپنی طرف منسوب کر کے فرمایا الصَّوْمُ لِی روزہ میرے لئے ہے۔

لہذا ہمیں ماہ رمضان کی قدر کرنی چاہئے کہ دن میں روزہ رکھیں، پنج وقتہ نماز کی پابندی کریں کیونکہ ایمان کے بعد سب سے زیادہ تاکید قرآن وحدیث میں نماز کے متعلق وارد ہوئی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی آخری وصیت بھی نماز کے اہتمام کی ہی ہے۔ کل قیامت کے دن سب سے پہلا سوال نماز ہی کے متعلق ہوگا۔ نماز تراویح پڑھیں اور اگر موقع مل جائے تو چند رکعات رات کے آخری حصہ میں بھی ادا کرلیں۔ فرض نمازوں کے علاوہ نماز تہجد کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے قرآن کریم میں متعدد مرتبہ فرمایا ہے۔

رمضان کے آخری عشرہ میں تہجد پڑھنے کا اہتمام کریں کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کی روشنی میں امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ میں پائی جاتی ہے جس میں عبادت کرنے کو اللہ تعالیٰ نے ہزار مہینوں یعنی پوری زندگی کی عبادت سے زیادہ افضل قرار دیا ہے۔ اسی اہم رات کی عبادت کو حاصل کرنے کے لئے ۲ ہجری میں رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد سے حضور اکرم ﷺ ہمیشہ آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس مبارک ماہ کی قدر کرنے والا بنائے اور شب قدر میں عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جس طرح ہم روزہ میں کھانے پینے اور جنسی شہوت کے کاموں سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے رکے رہتے ہیں اسی طرح ہماری پوری زندگی اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کے مطابق ہونی چاہئے، ہماری روزی روٹی اور ہمارا لباس حلال ہو، ہماری زندگی کا طریقہ حضور اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام والا ہوتا کہ ہماری روح ہمارے جسم سے اس حال میں جدا ہو کہ ہمیں، ہمارے والدین اور سارے انس وجن کا پیدا کرنے والا ہم سے راضی وخوش ہو۔ دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کے وقت اگر ہمارا مولا ہم سے راضی وخوش ہے تو ان شاء اللہ ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی ہمارے لئے مقدر ہوگی کہ اس کے بعد کبھی بھی ناکامی نہیں ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اس ماہ مبارک میں زیادہ سے زیادہ اپنی عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور رمضان کے صیام وقیام اور تمام اعمال صالحہ کو قبول فرمائے۔ رمضان کے بعد بھی منکرات سے بچ کر احکام خداوندی کے مطابق یہ فانی وعارضی زندگی گزارنے والا بنائے۔ آمین، ثم آمین۔

محمد نجیب قاسمی سنبھلی (www.najeebqasmi.com)

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم أما بعد

رمضان اور روزہ

مولانا طاہر احمد قاسمی

رمضان المبارک کا مہینہ امت مسلمہ کے لیے اللہ رب العزت کی طرف سے بیش بہا نعمت ہے، صبح سے لے کر شام تک اور شام سے لے کر صبح تک روحانیت، نورانیت اور شادمانی کا ماحول رہتا ہے، اس میں نیکیوں کو پروان چڑھانے اور جلا بخشنے کے بہترین مواقع میسر ہوتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے جو برکات وسعادتیں اس مہینے کے ساتھ خاص فرمائی ہیں وہ کسی اور مہینے میں نہیں ہیں، اس مبارک مہینے میں کیے جانے والے اعمال صالحہ پر خیر وبرکت اور اجر وثواب کی جو خصوصیت ہے دوسرے مہینے ان سے خالی ہیں، ماہ رمضان کا ہر عمل فضیلت اور برکت کے لحاظ سے خاص اہمیت کا حامل ہے، اس ماہ کے روزے فرض کیے گئے ہیں، جب کہ بقیہ ماہ کے روزے نفلی ہیں، رمضان المبارک کے روزوں، سحر وافطار اور اس کی پابندی میں بے شمار اجر وثواب رکھے گئے ہیں، اللہ رب العزت نے اپنے حبیب کی امت پر خاص کرم فرمایا اور نماز، تراویح، اعتکاف، صدقہ، ذکر واذکار اور شب قدر کی صورت میں بے حساب فیوض وبرکات سے نواز کر ماہ رمضان کو دوسرے مہینوں سے ممتاز کر دیا ہے، اس ماہ کی یہ فضیلت ہے کہ حضور پاک ﷺ خود اس ماہ مبارک کا استقبال فرماتے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی استقبال کی تلقین فرماتے۔

ایک حدیث مبارک میں حضور پاک ﷺ نے سوالیہ انداز میں صحابۂ کرام سے رمضان المبارک کے بارے میں پوچھ کر اس مہینہ کی اہمیت اور خیر وبرکت کو واضح فرمایا، جب رمضان المبارک آتا تو حضور پاک ﷺ صحابۂ کرام سے دریافت فرماتے: ''مَاذَا تَستَقبِلُونَ؟ مَاذَا يَستَقبِلُكُم؟ ثَلَاثَ مَرَّات '' تم کس کا استقبال کر رہے ہو اور تمہارا استقبال کون کر رہا ہے؟ (یہ الفاظ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمائے) اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا کوئی وحی اترنے والی ہے یا کسی دشمن سے جنگ ہونے والی ہے؟ حضور پاک ﷺ نے فرمایا: نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''إِنَّ اللّٰهَ يَغفِرُ فِي أَوَّلِ لَيلَةٍ مِن شَهرِ رَمَضَانَ لِأَهلِ كُلِ هٰذِهِ القِبلَةِ '' بے شک اللہ تعالیٰ رمضان کی پہلی رات میں تمام اہل قبلہ کو معاف فرما دیتا ہے، رمضان المبارک کا استقبال آپ ﷺ اور صحابۂ کرام کی سنت ہے، لہٰذا ہمیں بھی اس سنت پر عمل کرنا چاہیے، تاکہ اس مہینہ کی برکات کو حاصل کیا جا سکے جس کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا عشرہ مغفرت اور تیسرا اور آخری عشرہ جہنم سے آزادی کا باعث ہے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شعبان کے آخری دن ہمیں ایک خطبہ دیا جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''هُوَ شَهرٌ أَولُهُ رَحمَةٌ وَأَوسَطُهُ مُغفِرَةٌ وَآخِرُهُ عِتقٌ مِنَ النَّار '' (صحیح ابن خزیمہ)۔

رمضان المبارک کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس ماہ میں روزہ فرض کیا گیا ہے جو اسلام کا ایک رکن ہے، قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ رمضان المبارک کی خصوصیت کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے بندوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهرَ فَلْيَصُمهُ '' (سورۃ البقرۃ: ۱۸۵) تم میں سے جو شخص بھی یہ مہینہ پائے وہ اس میں ضرور روزہ رکھے۔

صیام (روزہ) کے لفظی معنی رک جانے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے اپنے آپ کو روکے رکھنے کا نام روزہ ہے۔

روزہ بظاہر ایک دشوار امر ہے، اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے امت محمدیہ کو اس کا خوگر بنانے کے لیے بڑے حکیمانہ انداز میں حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ تم پر روزے کی فرضیت کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ تم سے پہلے بھی دیگر امتوں پر فرض تھا اور یہ فطری اور بدیہی چیز ہے کہ جب کسی دشوار کام میں تمام لوگ شریک ہوجاتے ہیں تو وہ کام آسان ہوجاتا ہے، چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ تک تمام شریعتوں اور امتوں میں نماز کی طرح روزہ بھی فرض تھا، البتہ تعداد اور کیفیات وصفات میں فرق تھا۔

روزے کی فرضیت کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ مقصد بھی بتادیا کہ روزہ رکھنے سے تقویٰ اور پرہیزگاری آتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ''يَـآ أَيُّهَـا الَّذِينَ اٰمَـنُوا كُتِبَ عَلَيكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلى الَّذِينَ مِن قَبلِكُم لَعَلَّكُم تَتَّقُونَ ''(سورة البقرة: ١٨٣) اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہوجائے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو تقویٰ کی صفت پیدا کرنے میں روزہ کو خاص دخل ہے، کیوں کہ کھانے پینے اور نفسانی خواہشات کی تکمیل سے انسان کا نفس پھلتا پھولتا ہے اور اس میں سرکشی آجاتی ہے، روزہ کا کام یہی ہوتا ہے کہ وہ نفس کو کنٹرول کرتا ہے اور سرکشی کی اصلاح کرکے احکام شریعہ کا پابند بنادیتا ہے روزے کی وجہ سے جب کوئی شخص اپنے نفس کو قابو میں کرکے حلال چیزوں سے رک جاتا ہے تو حرام چیزوں سے رکنا بھی اس کے لیے آسان ہوجاتا ہے اور تقویٰ کا معنی یہی ہے کہ انسانی نفس مغلوب ہوجائے اور احکام شریعت پر عمل آسان ہوجائے۔ اگر کسی روزہ دار میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوگئی تو دنیا وآخرت دونوں جگہ اس کے ثمرات یقینی طور پر ظاہر ہوں گے۔

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں ریاکاری کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، نماز اور حج وغیرہ ایسی عبادات ہیں جنہیں لوگ دیکھ سکتے ہیں، انہیں محسوس کرسکتے ہیں اور زکوٰۃ سے استفادہ کرسکتے ہیں، لیکن روزہ کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں ہے، اس کا تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہے۔ روزہ کی اسی خصوصیت کو حدیث قدسی میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے: ''كُـلُّ عَمَل ابنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامُ ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجزِي بِهِ'' (صحیح بخاری) ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے سوائے روزہ کے، یہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ جب اللہ نے روزہ کو اپنی طرف منسوب کرلیا تو اس میں ریاکاری کا دخل کیسے ہوسکتا ہے۔ مذکورہ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دیگر عبادتوں کا اجر تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دلائے گا لیکن روزے کا اجر اللہ تعالیٰ خود عطا کرے گا، لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ کا روزوں کے اجر وثواب کی نسبت اپنی طرف کرنا انعام کے ساتھ ساتھ ایک بڑا اعجاز واکرام بھی ہے۔ کسی انسان کے لیے اس سے بڑھ کر انعام اور اعجاز کی بات کیا ہوسکتی ہے کہ خود اللہ رب العزت اپنے بندے کو روزے کا اجر اپنے دست قدرت سے عطا کررہا ہے اور جب خود اللہ اپنے بندے کو نواز رہا ہو تو اس کی نوازش کا کیا عالم ہوگا اس کا اندازہ لگانا بھی ناممکن ہے۔

ایک اور حدیث میں روزوں کے انعام کا تذکرہ کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''إِنَّ فِي الجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الريانُ ، يَدخُلُ مِنهُ الصَّائِمُونَ يَـومَ القِيَامَةِ ، لاَ يَدخُلُ مِنهُ أَحَدٌ غَيرُهُم ، يُقَالُ : أَينَ الصَّائِمُونَ؟ فَيَقُومُونَ ، لاَ يَدخُلُ مِنهُ أَحَدٌ غَيرُهُم، فَإِذَا دَخَلُوا أُغلِقَ فَلَم يَدخُل مِنهُ أَحَدٌ '' (صحیح بخاری) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایک خاص دروازہ ہے جس کا نام ''باب الریان'' ہے، قیامت کے دن (جنت میں) اس دروازہ سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے اور ان کے علاوہ کوئی داخل نہیں ہوگا، اس دن آواز لگائی جائے گی کہ وہ بندے کہاں ہیں جو اللہ کے لیے روزہ رکھا کرتے تھے؟ اس پر سارے روزے دار اٹھ کھڑے ہوں گے اور ان کے علاوہ کسی دوسرے کا داخلہ نہیں ہوسکے گا، جب سبھی لوگ داخل ہوجائیں گے تو دروازے کو بند کردیا جائے گا، پھر کوئی اس دروازہ سے داخل نہیں ہوسکے گا۔

یہ بات یاد رہے کہ کھانے پینے اور خواہشات نفسانی سے رکنے کا نام ہی روزہ نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اوامر ونواہی میں ان کی اطاعت وفرمانبرداری بھی ضروری ہے، اسی صورت ہمارے اندر تقوی وطہارت کی صفت پیدا ہوگی اور روزے کا اصل مقصد حاصل ہوگا۔ اس کے برخلاف اگر ہم نے روزہ رکھ کر اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی پاسداری اور بجا آوری نہیں کی بلکہ جھوٹ بولنے، غیبت کرنے اور جھگڑا کرنے میں مشغول رہے اور بیہودہ خرافات اور لہولعب میں اپنے قیمتی اوقات صرف کرتے رہے تو پھر ایک مہینہ کیا اگر پوری زندگی روزہ رکھ لیں ہمارے اندر کبھی بھی نہ تو تقوی کی صفت پیدا ہوگی، نہ ہم روزہ کے مقصد کو حاصل کرسکیں گے اور نہ ہی اس انعام واکرم کے حق دار ہوں گے جن کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ایسی حالت میں ہمیں بھوکے اور پیاسے رہنے کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہوگا جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''كَم مِن صَائِمٍ لَيسَ لَهُ مِن صِيَامِهِ إِلَّا الظَّمَأُ وَكَم مِن قَائِمٍ لَيسَ لَهُ مِن قِيَامِهِ إِلا السَحر، رواه الدارمی'' بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے بدلہ میں پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا اور بہت سے رات میں جاگ کر عبادت کرنے والے ایسے ہیں جن کو شب بیداری کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

جھوٹ اور غیبت تو ایسے بھی نہایت قبیح اور حد درجہ کی بری چیز ہے، اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولنے والے پر لعنت فرمائی ہے اور غیبت کرنے والے کو اپنے مردار بھائی کے گوشت کھانے کے برابر قرار دیا ہے، پھر رمضان جیسے مقدس مہینہ میں اور وہ بھی روزہ کی حالت میں اس کا ارتکاب کرنا اللہ اور اس کے رسول کی سخت نافرمانی ہے اور ایسا کرنے والے کے روزہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مَن لَم يَدَع قَولَ الزُّورِ وَالعَمَلِ بِهِ ، فَلَيسَ للّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَن يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ'' (صحیح بخاری) اگر کوئی شخص (روزہ رکھ کر بھی) جھوٹ بولنا اور دغابازی کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا ترک کردے۔

ہمیں چاہیے کہ روزہ کے ساتھ ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے احکام اطاعت کریں اور جھوٹ وغیبت جیسے منہیات سے بالکلیہ اجتناب کریں اور کسی طرح کے نازیبا الفاظ بھی اپنی زبان سے نہ نکالیں، حتی کہ اگر کوئی لڑائی جھگڑے پر آمادہ ہوجائے تو اس سے نرمی سے کہہ دے کہ میرا روزہ ہے اور میں کسی سے لڑنا جھگڑنا نہیں چاہتا جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وإذَا كَانَ يَومُ صَومِ أَحَدِكُم فَلاَ يَرفُث وَلا يَصخَب فَإِن سَابَهُ أَحَدٌ أَو قَاتَلَهُ فَلْيَقُل إِنِي امرُؤٌ صَائِمٌ'' (صحیح بخاری) جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ اس دن نازیبا کلمات اپنی زبان سے نہ نکالے اور نہ ہی غصہ کی حالت میں زور سے باتیں کرے، اگر اس کو کوئی شخص گالی دے یا لڑائی جھگڑا کرے تو اس سے کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں۔

روزہ رکھنے سے کئی طرح کے جسمانی اور روحانی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ جسمانی اعتبار سے دیکھا جائے تو روزہ سے چستی، صبر وشکر، ہمدردی وغمگساری اور نظم وضبط کا حصول ہوتا ہے، اگر اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے پابندی اور خلوص دل کے ساتھ روزہ رکھا جائے تو لالچ وحرص اور شکم پروری کا مادہ ختم ہوجائے اور روزہ دار انسانی لباس میں فرشتہ نظر آئے۔

جہاں تک روحانی فوائد کا تعلق ہے تو وہ بھی بے شمار ہیں، مثلاً اللہ رب العزت کھانے پینے اور دیگر عوارض انسانی سے پاک ومنزہ ہے، یہی حال اس کے فرشتوں کا بھی ہے، لہٰذا روزہ رکھنے سے انسان تھوڑی دیر کے لیے اس ملکوتی صفت میں نظر آتا ہے۔ روزے سے اخلاق وروحانیت میں قوت پیدا ہوتی ہے، بھوک اور پیاس کی تکلیف گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے، انسان کو اپنے نفس پر غلبہ حاصل ہوتا ہے اور وہ اس کو پاکیزہ کرکے قرآن مجید کی آیت ''قَد أَفلَحَ مَن تَزَكى'' کے بموجب اللہ تعالیٰ سے کامیابی کا سرٹیفکٹ حاصل کرلیتا ہے، الغرض روزہ ایک اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے جس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔

رمضان ایک مبارک مہینہ، تلاوت قرآن کریم کا مہینہ، عبادتوں وریاضتوں کا مہینہ، جنت کے حصول اور جہنم سے نجات کا مہینہ، رحمتوں برکتوں اور مغفرت کا مہینہ، صبر وبرداشت کا مہینہ، فراخیٔ رزق کا مہینہ، بھائی چارگی اور ایک دوسرے سے خیر خواہی کرنے کا مہینہ، صدقات وخیرات کرنے کا مہینہ، اپنے آپ کو سنوارنے، سدھارنے اور تربیت کا مہینہ ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک تمام صغیرہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں، بشرطیکہ اس درمیان کبیرہ گناہ سے اجتناب

کیا جائے (صحیح مسلم)۔اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس ماہ مبارک کے روزے رکھے اور اس مہینہ کی عظمت پہچان کر اس کی حفاظت کرے اور جن چیزوں کا اس ماہ مبارک میں خیال رکھنا چاہیے عملاً ان کا خیال رکھے تو اس کے سابقہ (صغیرہ) گناہوں کو بخش دیا جائے گا (صحیح مسلم)۔

اسی طرح آپ ﷺ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کہ اگر میں نے گواہی دی کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں پانچوں نمازوں کو ادا کروں، زکوٰۃ ادا کروں، ماہ رمضان کے روزے رکھوں اور اس ماہ کا قیام کروں یعنی تراویح اور تہجد پڑھوں تو میں کن لوگوں میں شمار ہوں گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (تمہارا شمار) صدیقین اور شہداء میں ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: اس مبارک مہینہ میں اللہ تعالیٰ کا فرشتہ بار بار پکار کے یہ کہتا ہے کہ اے خیر و بھلائی کے چاہنے والے خوش ہو جا کہ خوشی کا مہینہ، خیر و بھلائی کا مہینہ، برکتوں اور رحمتوں کا مہینہ آ گیا ہے اور اے شر و برائی کے چاہنے والے اب تو رک جا اور برائی کو چھوڑ دے (ترمذی)۔اسی طرح مسند حاکم کی صحیح روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے یہ بددعا فرمائی کہ اس شخص کے لیے ہلاکت اور بربادی ہو جو رمضان المبارک کو پالے اور اپنے گناہوں اور بداعمالیوں پر پشیمان و شرمندہ ہو کر اور آئندہ نہ کرنے کے عزم کے ساتھ رب کے حضور خلوص دل سے معافی مانگ کر اپنی بخشش نہ کرا سکے۔

اس ماہ کا شرف اور اس کی عظمت کو سمجھنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔اللہ ہمیں ان خوش نصیبوں میں سے بنا دے جن کے لیے یہ مبارک مہینہ رحمت مغفرت، برکت، جنت اور رب کی رضا کے حصول کا پیغام لایا ہے۔

طاہر احمد قاسمی

☆☆☆

ماہ رمضان المبارک اور قرآن کریم

مولانا محمد انعام الحق قاسمی

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین أما بعد

اسلامی مہینوں کا سردار رمضان المبارک اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ چند ہی دنوں بعد ہم پر سایہ فگن ہونے والا ہے، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے پایاں عنایتوں اور اس کی بے شمار نوازشوں کا مہینہ ہے۔اس کے جلو میں اتنی رحمتیں، برکتیں اور فضیلتیں شامل ہیں کہ سال بھر کے دوسرے مہینے ان سے خالی ہیں۔ اللہ کے محبوب پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو رمضان المبارک سے اتنی محبت تھی کہ دو مہینہ پہلے سے ہی اس کا انتظار شروع کر دیتے تھے اور اللہ سے یہ دعا مانگتے تھے: ''اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان کا مہینہ نصیب فرما''۔آپ ﷺ ماہ رمضان کا انتظار فرماتے اور پوری تیاری کے ساتھ اس کا استقبال فرماتے۔رمضان المبارک میں آپ کا عالم یہ ہوتا کہ عبادت کے معمولات میں اضافہ ہو جاتا۔روزہ رکھنا، نماز تراویح ادا کرنا، تہجد میں اٹھنا اور دوسروں کو بھی اٹھنے کی تاکید کرنا زیادہ سے زیادہ سخاوت کرنا کثرت سے صدقات وعطیات دینا اور اخیر عشرہ میں ان اعمال کو مزید اہتمام کے ساتھ ادا کرنے کے لیے مسجد میں اعتکاف کی نیت سے قیام کرنا وغیرہ پورے رمضان آپ کا یہی معمول ہوتا۔

اس ماہ میں روزہ کو فرض کیا گیا تا کہ روزہ دار اس کے ذریعہ اپنے نفس کو آلائشوں سے پاک کر سکے، خواہشات پر قابو پالے اور اس میں تقوی کی صفت پیدا ہو جائے۔روزہ کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ریاکاری کا شائبہ تک نہیں ہوتا، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''الصَوم لِی وَأنَا أجزِی بِهِ'' روزہ میرے لیے ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا (بخاری: رقم الحدیث ۷۴۹۲)۔

تہجد گزاری، کثرت کے ساتھ نفلی عبادات اور واجب ونفلی وصدقات کی ادائیگی بھی اس ماہ کے ساتھ خاص ہے، اس ماہ میں ایک رات ہے جس کو لیلۃ القدر کہا جاتا ہے اور اس رات میں عبادت کرنا ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔غرض یہ مہینہ روزہ رکھنے، زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے اور لوگوں کے ساتھ ہمدردی وتعاون کر کے بارگاہ خداوندی سے بے شمار اجر وثواب حاصل کرنے کا مہینہ ہے۔

ان سب کے علاوہ ماہ رمضان کو قرآن کریم سے بڑی خاص مناسبت ہے، جس کی شہادت ہمیں قرآن واحادیث سے ملتی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''شَهرُ رَمَضَانَ الَّذِی أُنزِلَ فِيهِ القُرآنُ هُدىً لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الهُدىٰ وَالفُرقَان ''(سورۃ البقرۃ: ۱۸۵) رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا، جو سب لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور جس میں ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور جو حق وباطل کو الگ الگ کرنے والا ہے۔دوسری جگہ ارشاد ہے: ''إِنَّآ أَنزَلنَاهُ فِی لَيلَةِ القَدرِ ''(سورۃ القدر: ۱) ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا۔ایک جگہ آیا ہے: ''إِنَّآ أنزَلنَاهُ فِی لَيلَةٍ مُبَارَكَة ''(سورۃ الدخان: ۳) ہم نے قرآن کو مبارک رات میں نازل کیا۔

مسند امام احمد اور طبرانی میں ایک حدیث بروایت حضرت واثلہ بن اسقع آئی ہے جس میں اللہ کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: ''أُنزِلَت صُحُفُ إبرَاهِيمَ أوَّلَ لَيلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ ، وَأُنزِلَت التَّوْرَاةُ لِستٍ مَضَينَ مِنْ رَمَضَانَ ، وَأُنزِلَ الانجِيلُ لِثَلاث عَشرَةَ لَيلَةً خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ ، وَأُنزِلَ الزَّبُورُ لِثَمَان عَشرَةَ خَلَت مِن رَمَضَانَ ، وَأُنزِلَ القُرآنُ لأرْبَعٍ وَعِشرِينَ خَلَت مِنْ رَمَضَانَ ''حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے رمضان کی پہلی تاریخ میں نازل ہوئے، تورات ۶/ رمضان کو اور انجیل ۱۳/ رمضان کو نازل ہوئی، زبور کا نزول ۱۸/ رمضان کو ہوا اور قرآن رمضان المبارک کی ۲۵ ویں تاریخ کو نازل کیا گیا۔

مذکور حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ دیگر کتب سماویہ کا نزول بھی ماہ رمضان المبارک میں ہوا، البتہ ایک فرق یہ ہے کہ دیگر کتب سماویہ ایک ہی بار

میں نازل کی گئیں اور قرآن مجید کو پہلے لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر شب قدر میں ایک ہی بار مکمل طور پر نازل کیا گیا، پھر وہاں سے تقریباً تئیس سال کی مدت میں ضرورت کے مطابق تھوڑا تھوڑا حضور اکرم ﷺ پر اتارا گیا۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ''كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِي رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ ، وَكَانَ جِبْرِيلُ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ ، فَيُدَارِسُهُ القُرْآنَ'' رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ فیاض تھے اور آپ کی فیاضی اس وقت اور بڑھ جاتی جب ماہ رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آپ سے ملاقات ہوتی، حضرت جبرئیل علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں آپ ﷺ سے ملاقات کرتے اور آپ کے ساتھ قرآن کا دور فرماتے۔ (بخاری: باب ذكر الملائكة)۔

مذکورہ حدیث سے بھی پتہ چلتا ہے کہ قرآن کریم کا رمضان المبارک سے کتنا خصوصی لگاؤ ہے۔ اس کے علاوہ نماز تراویح سے بھی اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن کا رمضان سے کیا تعلق ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: ''أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ ، فَصَلَّى فِي المَسْجِدِ ، وَصَلَّى رِجَالٌ بِصَلاتِهِ ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنهُمْ ، فَصَلَّى فَصَلُّوا مَعَهُ ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا ، فَكَثُرَ أَهْلُ المَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهَ وَسَلَّمَ ، فَصَلَّى فَصَلُّوا بِصَلاتِهِ ، فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ المَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ ، حَتَّى خَرَجَ لِصَلاةِ الصُّبْحِ ، فَلَمَّا قَضَى الفَجْرَ أَقْبَلَ عَلى النَاسِ ، فَتَشَهَّدَ ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ ، فَإِنَّهُ لَمْ يَخفَ عَلي مَكَانُكُم ، لٰكِنى خَشِيتُ أَنْ تُفتَرَضَ عَلَيْكُمْ ، فَتَعجِزُوا عَنهَا ، فَتُوُفِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَالأَمْرُ عَلَى ذٰلِكَ'' جناب رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ (رمضان کی) درمیانی شب کو مسجد تشریف لے گئے اور وہاں (تراویح کی) نماز پڑھی تو کچھ صحابہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے، صبح ہوئی تو صحابہ کرام میں اس کا چرچا ہوا، چنانچہ دوسری رات لوگ پہلے سے بھی زیادہ جمع ہو گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی، دوسری صبح کو اور زیادہ چرچا ہوا اور تیسری رات اس سے بھی زیادہ لوگ جمع ہو گئے، آپ ﷺ نے (اس رات بھی) نماز پڑھی اور لوگوں نے آپ کی اقتدا کی، جب چوتھی رات آئی تو مسجد میں (اتنے لوگ جمع ہو گئے کہ) نماز پڑھنے والوں کے لیے جگہ نہیں رہی، آپ ﷺ (اس رات مسجد میں تشریف لانے کے بجائے) صبح کی نماز کے لیے آئے، نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور شہادت کے بعد فرمایا: اما بعد! تمہارے یہاں جمع ہونے کا مجھے علم تھا لیکن مجھے اس کا خوف ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے اور پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز ہو جاؤ، چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو یہی کیفیت قائم رہی (الصحيح البخاری: باب فضل من قام رمضان)۔

قرآن کریم کے لیے سب سے بڑھ کر فضیلت اور شرف کی بات یہ ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے جس کو سب سے بہترین کلام (خیر الکلام) کہا گیا ہے۔ اس کی ذمہ داری انسان کو دی گئی جو اشرف المخلوقات ہے، انسان کی جماعت میں بھی امت مسلمہ کا انتخاب کیا گیا جو سب سے بہترین امت (خیر امت) ہے اور آخر میں اس امت کی ایک ایسی شخصیت پر قرآن کا نزول ہوا جو نہ صرف خیر البشر ہے بلکہ سید الانبیاء والمرسلین بھی ہے، قرآن کی زبان عربی قرار دی گئی جو تمام زبانوں میں سب سے بہترین زبان ہے قرآن کے نزول میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ذریعہ بنایا گیا جو فرشتوں میں بہترین (سید الملائکہ) ہیں، قرآن کے نزول کی ابتدا سرزمین مکہ میں ہوئی جو دنیا میں بہترین جگہ ہے، وقت کے لحاظ سے رمضان المبارک کو چنا گیا جو سب سے بہترین مہینہ ہے اور اس مہینہ میں شب قدر کو فوقیت دی گئی جو ہزار راتوں سے بہتر ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت خود ایک مستقل اور اہم عمل ہے، اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث کرتے وقت ان کے فرائض منصبی میں تلاوت قرآن کو مقدم رکھا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ''لَقَد مَنَّ اللّٰهُ عَلى المُؤْمِنِينَ إذ بَعَثَ فِيهِم رَسُولاً مِن أَنْفُسِهِم يَتْلُوا عَلَيهِم آيَاتِهِ ''(سورة آل عمران: ١٦٤) اور ''هُوَ الَّذِى بَعَثَ فِي الأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِنهُم يَتلُوا عَلَيهِم آيَاتِهِ ''(سورة الجمعه: ٢)، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اللہ سے اپنی امت میں ایک رسول کی بعثت کی درخواست کی تو رسالت کے فرائض کی نشاندہی کرتے ہوئے سب سے پہلے

تلاوت کوذکر کیا،''رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِنهُم يَتْلُوا عَلَيهِم آيَاتِک ''(سورۃ البقرۃ: ۱۲۹)،خودقرآن کریم میں تلاوت کواللہ تعالیٰ کاعمل بتایا گیاہے:''تِلکَ آيَاتُ اللّٰهِ نَتلُوهَا عَلَيکَ بِالحَق ''(سورۃ البقرۃ: ۲۵۲)مزید براں اللہ تعالیٰ نے تلاوت کاحکم بھی دیاہےاورحق تلاوت ادا کرنے پرنوازش کاوعدہ کیاہے،لہٰذااگرکوئی شخص اللہ کےحکم کےمطابق آداب کالحاظ کرتے ہوئے قرآن کی تلاوت کرتاہےاوررمضان المبارک میں تلاوت کاخاص اہتمام کرتاہےتواس کوکس طرح کےانعامات سےنوازاجائے گایہ ناقابل بیان ہے۔

مذکورہ فضائل اورانعام واکرام کےپیش نظرقرآن مجید کےہم پر بہت سےحقوق ہیں،ان میں سےایک اہم حق اس کی تلاوت ہے،اللہ تعالیٰ کےمحبوب پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نےان الفاظ''وَارْزُقْنِي تِلَاوَتَهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ ''میں کثرت تلاوت کی دعافرمائی ہےاورصحابہ کرام،تابعین اورسلف صالحین کی ایک بڑی جماعت نے تلاوت قرآن کواپنا مشغلہ بنایااوررمضان المبارک میں اس کا خاص اہتمام کیاچنانچہ چوتھی صدی ہجری کے حافظ حدیث، کئی کتابوں کے مصنف علامہ ابونُعیم اصبہانیؒ کی شہرۂ آفاق کتاب''حِلیَۃ الأولیاء''میں اورساتویں صدی ہجری کے مایۂ ناز حافظ حدیث اورتقریباً دوسو کتابوں کے مصنف علامہ شمس الدین ذہبیؒ کی کتاب'' سیر أعلام النبلاء ''میں اس طرح کے بہت سے واقعات ملتے ہیں جن سےہمیں یہ علم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام،تابعین اورتبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین قرآن کریم سے کس قدرشغف رکھتے تھےاوران کے یہاں تلاوت قرآن کا کتنااہتمام ہوتا تھا،نمونہ کےطور پر چندواقعات درج ذیل ہیں:

خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ماہ رمضان میں روزانہ ایک قرآن ختم فرماتے تھے۔

عراق کے مشہورفقیہ حضرت ابراہیم نخعی کوفیؒ ماہ رمضان میں تین دن میں اوراس کے اخیرعشرہ میں دودن میں قرآن کریم مکمل کرتے تھے۔

حضرت قتادہؒ عموماً سات دن میں،ماہ رمضان میں تین دن میں اوررمضان کے اخیرعشرہ میں ایک دن میں قرآن کریم مکمل کرتے تھے۔

حافظ حدیث حضرت سعید بن جبیرؒ مغرب اورعشاء کے درمیان قرآن مکمل کرتے اورعشاء کی نماز تاخیر سے ادا کرتے تھے۔

حافظ حدیث حضرت وکیع بن جراحؒ روزانہ ایک قرآن اوررمضان کی راتوں میں ایک ختم اورتہائی قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔

مشہورمحدث حضرت یحیٰ ابن سعید قطانؒ دن رات میں ایک قرآن مکمل کیا کرتے تھے۔

حدیث کے مشہورامام بغویؒ اپنے دادااحمد بن منیع کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ چالیس سال سے پابندی کے ساتھ روزانہ تہائی قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔

حضرت امام مالکؒ رمضان المبارک کےمہینہ میں درس وتدریس کا سلسلہ روک دیتے اور بیشتراوقات قرآن کی تلاوت میں لگاتے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ ہررات ایک رکعت میں قرآن مکمل فرماتے،روایت میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں سات ہزارمرتبہ قرآن ختم کیا۔

حضرت امام شافعیؒ ماہ رمضان میں نماز کےعلاوہ ساٹھ مرتبہ اوردیگرمہینوں میں تیس مرتبہ قرآن ختم فرماتے۔

اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کا ماہ رمضان میں سترہ ختم کا معمول تھا۔

مشہورمؤرخ حافظ ابن عساکرعموماً ہر جمعہ کواوررمضان کےدنوں میں روزانہ ایک ختم فرماتے۔

امیرالمومنین فی الحدیث حضرت امام بخاریؒ کا معمول رمضان میں یہ تھا کہ وہ دن میں ایک قرآن اوررات کوتراویح کے بعدتہائی قرآن کی تلاوت فرماتے۔

ایک اعتراض یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے تین دن سے پہلےختم قرآن کی ممانعت فرمائی ہےتواسلاف نے اس حکم کی خلاف ورزی کیوں کی؟اس کا جواب حافظ ابن رجب حنبلیؒ نے اپنی کتاب''لطائف المعارف''میں یہ دیاہے کہ اس ممانعت کاتعلق دائمی عمل سے ہےالبتہ خاص ایام جیسے ماہ رمضان اور شب قدراورخاص جگہ جیسے مکہ مکرمہ(زادھا اللہ شرفا)مذکورہ ممانعت سے مستثنیٰ ہے،کیوں کہ ان کے بارے میں بڑی فضیلتیں آئی ہیں،لہٰذافضیلت والے ایام اورفضیلت والی جگہ کوغنیمت جانتے ہوئے زیادہ سے زیادہ تلاوت کرنا ممانعت سے خارج ہی نہیں بلکہ مستحب بھی ہے۔

تلاوت کے علاوہ قرآن مجید کا دوسرا اہم حق اس کو سمجھنا اور اس کے معانی ومطالب میں غور وفکر کرنا ہے، کیوں کہ قرآن کے نزول کا مقصد محض تلاوت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرآناً عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ''(سورة اليوسف: ٢) ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھ سکو۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الأَلبَابِ ''(سورة ص: ٢٩) اے نبی! یہ ایک بابرکت کتاب ہے جو ہم نے تم پر اس لیے اتاری ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں اور عقل والے نصیحت حاصل کریں۔ یہ اور اس طرح کی اور بہت سی آیتیں ہیں جس میں قرآن کو سمجھنے اور اس میں غور وفکر کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن کو سمجھنے اور اس میں غور وفکر کرنے کے لیے احادیث کی ضرورت نہیں، ایسے لوگ گمراہ ہیں، درحقیقت احادیث کے بغیر قرآن کو سمجھا نہیں جاسکتا، کیوں کہ احادیث ہی کے ذریعہ قرآن کی اجمالی باتوں کی تفصیل کا علم ہوتا ہے، صرف قرآن کا ترجمہ پڑھنے سے قرآن فہمی کا حق ادا نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اللہ کی مرضیات کا صحیح علم ہوسکتا ہے، لہٰذا قرآن سمجھنے کے لیے محض ترجمہ پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ کسی عالم سے رجوع کیا جائے تاکہ اس کی نگرانی میں قرآن کے صحیح مطلب تک رسائی ہوسکے۔۔۔۔۔۔ قرآن کو سمجھ کر پڑھنے اور اس میں غور وفکر کرنے کے کئی فائدے ہیں:

(۱) ایک فائدہ یہ ہے کہ اس سے خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے، اس کی مرضیات کا علم ہوتا ہے، دلوں سے شکوک وشبہات دور ہوتے ہیں اور خدا کے احکام پر عمل کرکے انسان کو ہدایت ملتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ذٰلِكَ الْكِتَابُ لاَ رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ ''۔

(۲) قرآن کو سمجھ کر پڑھنے سے ایمان ویقین میں اضافہ ہوتا ہے: ''وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهِ إِيْمَانًا ، فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ''(سورة التوبة: ١٢٤) ترجمہ: جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض لوگ (منافقین) کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان میں اضافہ کیا ہے؟ جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو (واقعی) ایمان لائے ہیں تو ان کے ایمان میں اس سورت نے واقعی اضافہ کیا ہے اور وہ اس پر خوش ہوتے ہیں۔

(۳) قرآن فہمی سے دنیا کی بے ثباتی کا علم ہوتا ہے، جس کی وجہ سے دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور آخرت سے تعلق بڑھتا ہے اللہ فرماتا ہے: ''قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ '' آپ کہہ دیجئے کہ دنیا کا فائدہ تو تھوڑا سا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے ''وَالآخِرَةُ خَيرٌ وَأَبْقَى ''اور آخرت زیادہ بہتر اور زیادہ پائیدار ہے۔

(۴) خوف ورجاء کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، ایک مؤمن جب قرآن کی ان آیتوں پر غور کرتا ہے جن میں وعید سنائی گئی ہے تو اس وقت مارے خوف کے اس کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں کہ کہیں وہ بھی اس وعید میں نہ آجائے اور جب وہ انعام واکرام والی آیتوں سے گزرتا ہے تو اس کے دل میں امید کی کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ انعام واکرام پانے والوں میں اس کا بھی شمار ہوگا۔ ''اللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ ''(سورة الزمر: ٢٣) ترجمہ: اللہ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے، ایک ایسی کتاب جس کے مضامین ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں، جس کی باتیں بار بار دہرائی گئی ہیں۔ وہ لوگ جن کے دلوں میں اپنے پروردگار کا خوف ہے ان کی کھالیں اس سے کانپ اٹھتی ہیں، پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہوکر اللہ کی یاد کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ذریعہ وہ جس کو چاہتا ہے راہ راست پر لے آتا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن کی تلاوت پر دیگر فوائد وثمرات بھی حاصل ہوتے ہیں، مثلاً: جلائے قلب، زوال غم، ظاہری امراض سے شفا، باطنی امراض سے پاکیزگی، مغفرت ذنوب، ایمان کی تازگی، بابرکت زندگی، شہادت والی موت، انبیاء وصدیقین کے ساتھ حشر، قیامت کے دن سایہ، دوزخ سے حفاظت، دخول جنت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی وغیرہ۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ پوری دنیا میں قرآن ہی وہ واحد کتاب ہے جس کو سمجھے بغیر پڑھنا بھی فائدے سے خالی نہیں اور اگر سمجھ کر پڑھا جائے تو نور علی نور۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید کی قدر کرنے، سمجھنے، اس کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرنے اور رمضان المبارک میں اس بابرکت کتاب کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔ وما علینا إلا البلاغ ------ محمد انعام الحق قاسمی

رمضان المبارک کے شب وروز.....قرآن وحدیث کی روشنی میں

مولانا غفران ساجد قاسمی۔ چیف ایڈیٹر بصیرت آن لائن

فضیلت رمضان:

آج کا دن ہم سب کے لئے بڑا ہی مبارک دن ہے، کیوں کہ آج کے دن کی نسبت مہینوں کے سردار اور ماہ مبارک رمضان سے ہے، آج کا ہمارا اجتماع استقبال رمضان کے لئے ہے۔ رمضان جو تمام مہینوں کا سردار ہے، اور سب سے بابرکت مہینہ ہے، یہ دراصل امت محمدیہ کے لئے اللہ کی جانب سے ایک خصوصی انعام ہے جس کے ذریعہ امت محمدیہ کو دیگر تمام امتوں پر فضیلت اور فوقیت بخشی گئی ہے۔ رمضان کی عظمت وفضیلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ نے اپنی مقدس کتاب کو اسی ماہ مبارک میں نازل کیا اور اس مہینہ میں جہاں دیگر بہت ساری برکت اور عظمت والی چیزیں ہیں ان ہی میں سے ایک ایسی بابرکت اور رحمت والی شب بھی ہے جس کی فضیلت ہزار مہینوں سے بھی زیادہ ہے اور یہی وہ مبارک رات ہے جس میں اللہ نے قرآن کریم کو نازل کیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم شدت سے رمضان کے مبارک مہینہ کا انتظار کیا کرتے تھے اور ماہ رجب کے آغاز کے ساتھ ہی بکثرت یہ دعا پڑھا کرتے تھے: **اللھم بارک لنا فی رجب وشعبان وبلغنا رمضان** (مجمع الزوائد:۲/۱۶۵، مسند احمد بن حنبل ۱/۲۵۹) ''اے اللہ! ہمارے لئے رجب اور شعبان بابرکت بنادے اور ہمیں رمضان نصیب فرما''۔

رمضان ایک ایسا مبارک مہینہ ہے جس میں سال بھر کی تمام عبادتیں یکجا ہو جاتی ہیں اور اسی لئے حکم دیا گیا ہے کہ رمضان میں انسان تمام اعمال خیر کثرت سے کرے، رمضان میں جہاں ایک طرف انسان روزہ رکھے وہیں اسے تلاوت قرآن کا بھی خوب اہتمام کرنا چاہئے، فرض اور سنن نمازوں کے علاوہ نوافل بھی کثرت سے پڑھے۔ غریبوں محتاجوں اور بے کسوں کا خاص خیال رکھے، صدقہ، زکوٰۃ اور دیگر رقوم سے ان کی خوب مدد کرے تاکہ وہ بھی اچھے انداز سے اس ماہ مبارک کو گذار سکیں، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے ساتھ خیر خواہی اور بھلائی کا معاملہ کرے، افطار کے وقت جہاں اپنے اور اپنے اہل خانہ کے افطار کا انتظام کرے وہیں گنجائش کے بقدر پڑوسیوں، رشتہ داروں، مسافروں اور غریب ونادار کے افطار کا بھی انتظام کرے، نماز تراویح اور تہجد کا اہتمام کرے، آخری عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھے اور دوسروں کو بھی اعتکاف میں بیٹھنے کی ترغیب دے۔ غرض کہ ہر شخص کو چاہئے کہ وہ رمضان سے قبل ہی رمضان کے شب وروز کا ایک نظام الاوقات تیار کرلے جس میں کسی قسم کی ادنی سے ادنی نیکی کو بھی نہ چھوڑے اور اسی کے مطابق اپنی زندگی گذارے۔ انشاء اللہ یہ رمضان اس کے لئے مغفرت ونجات کا پروانہ دے کر جائے گا۔ کسے معلوم کہ آنے والے رمضان کا استقبال وہ کر پاتا ہے یا نہیں۔

رمضان آیا ہی چاہتا ہے، آج ہم سب کے جمع ہونے کا مقصد یہی ہے کہ آنے والے اس ماہ مبارک کا بسر وچشم استقبال کریں، رمضان کے اوقات کو ہمیں کیسے گذارنا ہے اس پر کچھ غور وفکر کرلیں۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ رمضان سے قبل ہی رمضان المبارک کے لئے اپنا نظام الاوقات تیار کرلے۔ اگر کوئی نوکری پیشہ ہے تو اپنی ڈیوٹی کے اوقات کے حساب سے اپنا نظام الاوقات تیار کرلے، اگر کوئی تجارت پیشہ ہے تو اپنی ضروریات اور دیگر حوائج اصلیہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنا نظام الاوقات بنالے۔ الغرض ہر شخص کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے وہ اپنے اس نظام الاوقات میں اپنی سال بھر کی مصروفیات کو کم سے کم کرلے اور عبادات کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت فارغ کرے۔ وہ عبادات جو فرائض میں سے ہیں وہ تو ادا کرنا ہی ہیں لیکن وہ عبادتیں جن کا تعلق نوافل سے ہے ان کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت فارغ کرے اور زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے کی طرف دوڑے۔ اللہ ہم سب کو رمضان کی برکتوں اور رحمتوں سے زیادہ سے زیادہ فیض حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ آیئے! ایک نظر ڈالتے ہیں ان عبادتوں اور نیک اعمال پر جنہیں رمضان میں کثرت سے کرنا چاہئے۔

رمضان کے شب وروز اس طرح گذاریں:

۱۔ سحری کھانا

روزہ کی ابتدا سحری سے ہوتی ہے۔امت محمدیہ اور دیگر اقوام کے روزہ میں سحری ہی حد فاصل ہے۔حضرت ابوقیس نے حضرت عمرو بن العاص سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے۔ "**فصل مابین صیامنا و صیام اھل الکتاب اکلة السحر.** (صحیح مسلم، باب فضل السحور: حدیث:۱۰۹۶) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کی برکات وفضائل بہت بیان کئے ہیں، اسی لئے ہر انسان کی کوشش ہونی چاہئے کہ وہ سحری ترک نہ کرے خواہ ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کو مبارک ناشتہ سے تعبیر کیا ہے۔''حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے ساتھ سحری کھانے کے لئے بلایا اور فرمایا کہ آؤ مبارک ناشتہ کے لئے۔'' (ابوداؤد ونسائی) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سحری کھایا کرو، کیوں کہ سحری میں برکت ہے۔(صحیح البخاری: حدیث نمبر:۱۸۲۳) ایک دوسری جگہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سحری سراپا برکت ہے اسے ترک نہ کیا کرو۔(مسند احمد ۳/۱۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ سحری کرنے والے پر اللہ کی رحمتیں ہوتی ہیں: **فان اللہ وملائکتہ یصلون علی المتسحرین.** (ایضا)

سحری کے وقت اٹھنا باعث خیر ہے اور سحری کھانا باعث برکت ہے۔لیکن ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہم سحری سے کچھ دیر پہلے اٹھ جائیں اور دعا واستغفار میں مشغول ہوجائیں کیوں کہ اس وقت میں جاگ کر دعا اور استغفار کرنے والوں کی صفت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **والمستغفرین بالاسحار**۔یعنی وہ خوش نصیب بندے سحری کے وقت اٹھ کر استغفار کرنے والے ہیں۔

۲۔ روزہ رکھنا

رمضان کی سب سے اہم عبادت روزہ رکھنا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہر عاقل وبالغ، تندرست وصحت منداور مقیم پر روزہ فرض کیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **یاایھاالذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون** (البقرۃ:۱۸۳) کہ اے ایمان والو! فرض کیا گیا تم پر روزہ، جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہاں ایک طرف امت محمدیہ پر روزہ کی فرضیت کا اعلان کیا ہے وہیں یہ بھی بتایا کہ تم سے پہلی امتوں پر بھی روزے فرض تھے۔پھر اس کے فوائد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ روزہ رکھو تا کہ تم متقی وپرہیزگار بن جاؤ۔اس آیت سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ روزہ کا اصل مقصد انسان کے نفس کی اصلاح ہے جس کے لئے رمضان کا مہینہ انتہائی مناسب اور مفید ہے۔

روزہ کا مقصد اصلاح نفس ہے جو کہ آیت مذکورہ سے واضح ہے۔تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو انسان کو برائی اور فحاشی میں مبتلا ہونے سے بچاتی ہے۔روزہ کی اسی حکمت کی وجہ سے ایسے نوجوان کو بھی روزہ رکھنے کی تاکید کی گئی ہے جو شادی کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہو اور اس میں بھی یہی مصلحت بیان کی گئی ہے تا کہ تم اپنے نفس پر قابو پا سکو۔بعض لوگوں نے ''تقویٰ'' کا ترجمہ ''لحاظ'' سے کیا ہے۔یعنی ہر کام کے وقت یہ لحاظ رکھا جائے کہ ہم جو بھی کر رہے ہیں وہ اللہ کی مرضی کے لحاظ سے ہے اور اس کی اطاعت وفرماں برداری کے لحاظ سے ہے۔یعنی ہر کام کے وقت ہمیں اللہ کی مرضی کا لحاظ رکھنا چاہئے، ہمیں حلال وحرام کی تمیز ہونی چاہئے، روزہ کی حالت میں ان چیزوں کی ایسی مشق ہوجائے کہ یہ ہماری فطرت ثانیہ بن جائے، گناہوں سے اجتناب، معصیت سے پرہیز غیبت وبدگوئی اور غصہ سے اس طرح پرہیز ہوجائے کہ یہ ہماری فطرت بن جائے اور جس کا اثر رمضان کے بعد بھی ہماری زندگی میں واضح طور پر دکھائی دے۔جو چیزیں دائمی طور پر حرام ہیں ان سے تو اور چوکنا رہنا چاہئے، روزہ سے زندگی میں ایسی تبدیلی ہونی چاہئے جو دوسرے بھی محسوس کریں۔ہم روزہ رکھیں، لیکن گالی گلوج، غیبت وبدگوئی، غصہ وبغض نہ چھوڑیں تو روزہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

روزہ کا مقصد ہی نفس کی اصلاح، جن معاصی اور گناہوں کو آپ نے روزہ کی حالت میں چھوڑ دیا تھا آپ یہ عہد کریں کہ اسے ہم روزہ کے بعد بھی نہیں کریں گے اور اپنے اس عہد پر قائم رہیں گے۔ جب آپ روزہ کی حالت میں ہوں تو آپ کی عادات کو دیکھ کر ایک غیر مسلم بھی اندازہ لگالے کہ آپ روزہ سے ہیں۔ رمضان کے احترام کو اس طرح ملحوظ رکھیں کہ غیر مسلم بھی اس کا احترام کرنے پر مجبور ہوجائیں۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص روزہ رکھے اور اس سے کوئی الجھنے لگے تو کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں۔" نفس کی تمام کمزوریوں کو دور کرے، غصہ کم کردے، بغض وحسد کو دور کردے، روزہ اس طرح نہ رکھے کہ غصہ میں بھرا بیٹھا رہے اور لوگ اس سے محض اس وجہ سے گفتگو کرنے میں خوف محسوس کریں کہ بھائی! ان سے گفتگو نہ کرو ورنہ یہ غصہ کریں گے، کھانے میں ذرہ برابر نمک کی کمی ہو تو غصہ کی انتہا کردے، ان تمام معاصی سے پرہیز کرے، اگر روزے کے تمام تقاضوں کا لحاظ رکھا گیا تو اس کا اثر گیارہ مہینوں پر بھی پڑے گا، اور اس کی زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی ہوگی۔

۳۔ نمازوں کی پابندی کرنا

نماز تو انسان کی زندگی کا فرض اولین ہے۔ ہر کام سے پہلے نماز کا اہتمام انسان کی روزمرہ کی زندگی میں شامل ہے، لیکن رمضان میں نمازوں کا بالخصوص اہتمام کرنا چاہئے، نمازوں کے ساتھ ساتھ سنن ونوافل بھی کثرت سے پڑھنے چاہئیں۔ رمضان میں نوافل پڑھنے کا ثواب فرض کے برابر ملتا ہے اور فرض کا ثواب ستر گنا بڑھادیا جاتا ہے۔

٤۔ تلاوت قرآن کا اهتمام کرنا

رمضان اور قرآن کا آپس میں بڑا گہرا تعلق ہے، کیوں کہ دیگر آسمانی صحائف کے ساتھ ساتھ اللہ نے قرآن کریم کو بھی رمضان کے مبارک مہینہ میں ہی لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل کیا اور پھر اللہ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کی پہلی سورۃ کو بھی رمضان میں ہی نازل کیا۔ رمضان کی وہ رات جس میں قرآن نازل ہوا، قرآن ہی کی تصریح کے مطابق شب قدر تھی "انا انزلناہ فی لیلۃ القدر" مذکور الصدر حدیث میں اس کو ۲۴ رمضان کی شب بتایا ہے، اور حضرت حسنؓ کے نزدیک چوبیسویں شب شب قدر ہوتی ہے، اس طرح یہ حدیث آیت قرآن کے مطابق ہوجاتی ہے، اور اگر یہ مطابقت تسلیم نہ کی جائے تو بہرحال قرآن کریم کی تصریح سب پر مقدم ہے جو رات بھی شب قدر ہو وہی اس کی مراد ہوگی۔ (معارف القرآن: ۴۴۸/۱) مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ آیت کی وضاحت میں لکھا ہے کہ: "حدیث میں آیا ہے کہ ہر رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن نازل شدہ آپ کو مکرر سنا جاتے تھے، ان سب حالات سے مہینہ رمضان کی فضیلت اور قرآن مجید کے ساتھ اس کی مناسبت اور خصوصیت خوب ظاہر ہوگئی، اس لیے اس مہینے میں تراویح مقرر ہوئی، پس قرآن کی تلاوت اس مہینہ میں خوب اہتمام سے کرنی چاہیے کہ اسی واسطے مقرر اور معین ہوا ہے۔" (تفسیر عثمانی: ص: ۱۱۰)

رمضان اور قرآن کا یہی وہ تعلق ہے جس کی بنا پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں ایک ختم قرآن کیا کرتے تھے۔ صحیحین کی روایت کے مطابق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کا ایک دور مکمل کیا کرتے تھے، اور پوری زندگی یہی معمول رہا، لیکن آخری رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم کے ۲ دور مکمل کئے۔

اکابر میں حضرت امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا معمول تھا کہ وہ رمضان میں دن میں ایک ختم قرآن اور رات میں ایک ختم قرآن کیا کرتے تھے، گویا کہ رمضان میں ۶۰ مرتبہ قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے۔

٥۔ صدقہ خیرات، خیرخواهی اور غمگساری کرنا

رمضان میں ہر انسان کی پوری کوشش ہونی چاہئے کہ وہ صدقہ خیرات کرنے کا خوب اہتمام کرے، اپنی وسعت بھر رمضان کے مبارک مہینہ میں غریبوں، ناداروں اور محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔ یوں تو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے در سے کبھی کوئی سوالی خالی ہاتھ نہیں لوٹتا تھا، اتنا ہی نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جو کچھ بھی کہیں سے ہدایا وتحائف آتے سب کو اسی وقت محتاجوں اور ضرورتمندوں میں تقسیم کردیتے، جس مجلس

میں جو کچھ آتا آپ مجلس سے اٹھ بھی نہ پاتے تھے کہ تمام مال ضرورتمندوں تک پہونچ جاتا تھا اور جس طرح خالی ہاتھ مجلس میں بیٹھے اسی طرح خالی ہاتھ مجلس سے اٹھتے ،لیکن رمضان کے مبارک مہینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم معمول سے کہیں بڑھ کر صدقہ وخیرات کیا کرتے تھے۔صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بیان ہے کہ رمضان میں صدقہ وخیرات کی کثرت اس حد تک بڑھ جاتی تھی کہ ہوا کے تیز جھونکے بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکتے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:''جب جبرئیل امین آجاتے تو آپ کی سخاوت کی برکات کا مقابلہ تیز ہوا نہ کر پاتی۔''**فاذالقیہ جبرئیل علیہ السلام کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود بالخیر من الریح المرسلة.**''(صحیح البخاری:۱/۲۵۵ح:۱۸۰۳)لہٰذا!سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے ہمیں بھی چاہئے کہ ہم رمضان کے مبارک مہینہ میں خوب صدقہ وخیرات کا اہتمام کریں،اپنے پاس پڑوس اور محلّہ کے ضرورتمندوں کی ضرورتوں کو پورا کریں،تاکہ رمضان کی برکتوں سے وہ بھی مستفید ہوں اور ان کی دعاؤں سے ہم پر اللہ کی رحمت اور زیادہ نازل ہو۔

٦۔روزہ افطار کرنا۔روزہ داروں کو افطار کرانا

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ کھجور سے روزہ افطار کرے،کیوں کہ اس میں برکت ہے۔اگر کھجور نہ پائے تو پھر پانی سے ہی افطار کرلے،اس لئے کہ پانی نہایت پاکیزہ چیز ہے۔(ترمذی)اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ وہ ہمیشہ تر کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے تھے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز سے قبل چند تر کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے تھے،اگر تر کھجوریں موجود نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں سے اور اگر خشک کھجور بھی نہ ہوتی تو چند گھونٹ پانی پی لیتے تھے۔(ابوداؤد)

رمضان کے مبارک مہینہ میں نیک اعمال کر کے ثواب کمانے کا یہ بھی ایک بہترین ذریعہ ہے کہ جہاں ہم اپنے لئے اور اپنے گھر والوں کے لئے افطار کا انتظام کریں وہیں ہمیں چاہئے کہ اپنی وسعت کے بقدر ضرورتمند اور غریب روزہ داروں کے افطار کا بھی نظم کریں۔روایتوں سے یہ بات ثابت ہے کہ روزہ افطار کرانے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا کہ خود روزہ دار کو۔حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا:''جس شخص نے اس رمضان المبارک کے مہینہ میں کسی روزہ دار کو(محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور حصول ثواب کے لئے) افطار کرایا تو اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور جہنم سے آزادی کا ذریعہ ہوگا۔اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ یارسول اللہ!ہم میں سے ہر ایک تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا؟تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا:اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو تھوڑی سی لسی یا صرف پانی کے ایک گھونٹ سے کسی کا روزہ افطار کرادے۔(بیہقی)

۷۔نماز تراویح و تہجد کی پابندی کرنا

نماز تراویح کے سنت موکدہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور یہ نص حدیث سے ثابت ہے۔قطع نظر اختلاف تعداد رکعات وغیرہ کے تراویح کی نماز کی بہت اہمیت ہے اور ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ رمضان کی راتوں میں نماز تراویح کے باجماعت پڑھنے کا اہتمام کرے۔نماز تراویح اور رمضان کی راتوں میں کثرت عبادت پر یہ حدیث واضح طور پر دلیل ہے کہ:''**من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ،ومن قام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ،ومن قام لیلة القدر ایمانا واحتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ.**''(مشکوٰۃ:۱۷۳)حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایمان اور طلب ثواب کی نیت سے روزہ رکھے اس کے پچھلے گناہ بخش دئے جاتے ہیں،اور جو شخص ایمان اور اخلاص کے ساتھ رمضان میں عبادت کرے،اس کے گذشتہ معاصی معاف کر دیئے جاتے ہیں،اسی طرح جو شخص ایمان واخلاص سے شب قدر میں عبادت کرے،اس کے بھی پچھلے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ رمضان المبارک کے قیام کو بہت ہی اہمیت حاصل ہے۔تنہا ماہ رمضان میں جتنا قیام کیا جاتا ہے، باقی کے گیارہ مہینوں میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ جہاں ایک طرف انسان دن بھر پانچ وقتوں کی نماز پابندی سے ادا کرتا ہے وہیں رمضان میں نوافل بھی بکثرت پڑھتا ہے اور پڑھنا بھی چاہئے، کیوں کہ رمضان میں نفل کا ثواب فرض کے برابر ہو جاتا ہے، پھر نماز تراویح میں طویل وقفہ تک قیام کا شرف حاصل ہوتا ہے۔پھر رات میں تہجد کی نماز میں قیام۔تہجد کی نماز اللہ کو بہت پسند ہے اور قرآن میں کئی جگہ تہجد کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔اللہ نے تہجد پڑھنے والوں کا اس طرح قرآن میں تذکرہ کیا ہے:''ان ناشئة اللیل ھی اشدو طئاو اقوم قیلا. ''(المزمل:٦) بے شک رات کے وقت اٹھنا ہی ایسا عمل ہے جس سے نفس اچھی طرح کچلا جاتا ہے اور بات بھی بہتر طریقہ سے کہی جاتی ہے۔ایک دوسری جگہ اللہ نے تہجد کی نماز پڑھنے والے کو مقام محمود کی بشارت دی ہے۔(''فتھجد بہ نافلة لک عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا'' الاسراء) اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز پڑھنے والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا: میری امت کے برگزیدہ افراد وہ ہیں جو قرآن کو (اپنے سینوں میں) اٹھائے ہوئے ہیں اور شب بیداری کرنے والے ہیں۔(شعب الایمان: ح ۲۷۰۳)

۸۔اعتکاف

احادیث اور روایات کی روشنی میں فقہاء نے لکھا ہے کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت موکدہ علی الکفایہ ہے۔یہ سنت چند علاقوں میں اور چند مسجدوں میں محدود ہو رہی ہے اور مسلمانوں کی بہت کم تعداد اس سنت کو زندہ رکھ رہی ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ اس سنت موکدہ کی خوب اشاعت ہو اور مسلمانوں کی قابل لحاظ تعداد ہر علاقہ میں اعتکاف کا اہتمام کرے۔

۹۔شب قدر کی تلاش

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو رمضان کی ایک ایسی رات میں نازل کیا جس کی فضیلت ہزار مہینوں سے زیادہ ہے۔وہ رات کوئی اور نہیں قدر کی رات ہے جسے عرف عام میں ''شب قدر'' کہتے ہیں۔اس میں ہمیں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنی چاہئے۔

۱۰۔ دعاء توبہ اور استغفار

انسان کی مغفرت، بخشش اور جہنم سے چھٹکارا پانے کے لئے رمضان سے بہتر کوئی مہینہ نہیں ہے۔اس مہینہ میں جہاں ہم دیگر نیک اعمال کے ذریعہ اپنے نامہ اعمال میں نیکیوں کا ذخیرہ کرتے ہیں وہیں ہمیں چاہئے کہ ہم اس ماہ مبارک میں اپنے رب سے اپنے لئے مغفرت اور بخشش طلب کریں۔خوب دعائیں کریں، اپنے رب کے حضور گڑگڑائیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔گناہوں کے بخشوانے کے لئے رمضان سے بہتر کوئی مہینہ نہیں ہے۔

۱۱۔صدقة الفطر

رمضان کا مہینہ جب ہم سے رخصت ہونے لگتا ہے تو اس کی خوشی میں ہم اپنے رب کی بارگاہ میں شکرانہ ادا کرنے کے لئے دو رکعت نماز پڑھتے ہیں جسے ہم عیدالفطر کہتے ہیں۔لیکن اس عیدالفطر کی نماز ادا کرنے سے پہلے ہمیں صدقۃ الفطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

رمضان المبارک کی مناسبت سے یہ چند معروضات جو آپ کے سامنے پیش کی گئیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس کی روشنی میں رمضان کے شب و روز کو گذارنے کی کوشش کریں۔ممکن ہے کچھ باتیں ذکر ہونے سے رہ گئی ہوں تو اس سلسلہ میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ علمائے کرام سے ربط رکھا جائے اور اپنے معاملات میں ان کی طرف رجوع کیا جائے تاکہ قرآن و حدیث کی روشنی میں ہم اپنے شب و روز کو اچھی طرح گذار سکیں اور جنت کے مستحق بن جائیں۔اللہ ہم سبھوں کو اپنی مرضیات پر چلنے والا بنائے۔جو باتیں بیان کی گئیں ہیں ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

وماتوفیقی الاباللہ ۔۔۔۔ والسلام

غفران ساجد قاسمی ۔۔۔جنرل سکریٹری: رابطہ صحافت اسلامی ہند

☆رابطہ کے لئے: gsqasmi99@gmail.com (www.baseeratonline.com)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ

عبدالرحمٰن عمری

الحمد للہ کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی أما بعد

أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إنا أنزلناہ فی لیلۃ القدر، وما أدراک ما لیلۃ القدر، لیلۃ القدر خیر من ألف شھر

تنزل الملائکۃ والروح فیھا بإذن ربھم من کل أمر، سلام ھی حتی مطلع الفجر

اسلام کی بنیاد جن پانچ چیزوں پر ہے ان میں سے ایک اہم بنیاد رمضان المبارک کے مہینہ کا روزہ بھی رکھنا ہے، یہ مہینہ نزول قرآن کا مہینہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِی أُنزِلَ فِيهِ القُرآنُ هُدىً لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الهُدىٰ وَالفُرقَان ''(سورۃ البقرۃ :۱۸۵) رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیے سراپا ہدایت اور ایسی روشن نشانیوں کا حامل ہے جو صحیح راہ دکھاتی اور حق و باطل کے درمیان دوٹوک فیصلہ کر دیتی ہیں۔

ماہ رمضان المبارک خاص رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ ہے، یہ ہر قسم کی عبادت کا ایک عالمی موسم بہار ہے جس سے دنیا کا ہر مسلمان اپنے ایمان اور تقویٰ کے مطابق فیض یاب ہوتا ہے، اس ماہ کا آخری عشرہ خصائص وفضائل سے بھرپور ہے جو پیش خدمت ہے:

آخری عشرہ (دس دنوں) کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اسی میں قرآن کریم کا نزول ہوا جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ''إِنَّـآ أَنْـزَلْـنَـاهُ فِـی لَيْلَةِ القَدْرِ '' (سورۃ القدر : ۱) ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا۔ نیز اللہ کا فرمان: ''إِنَّآ أَنزَلنَاهُ فِی لَيلَةٍ مُبَارَكَة''(سورۃ الدخان: ۳) ہم نے اس (قرآن) کو مبارک رات میں اتارا۔

ماہِ رمضان کی شبِ قدر میں اللہ رب العزت نے لوح محفوظ سے بیت العزت میں جو آسمان دنیا پر واقع ہے اس قرآن کو ایک ہی مرتبہ اتار دیا اور وہاں سے حسب وقائع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اترتا رہا یہاں تک کہ ۲۳/ سال میں پورا ہو گیا۔ قرآن مجید اللہ کے بندوں کے لیے ہدایت کا سبب ہے اور دنیا وآخرت میں سعادت کا ضامن ہے تو اس نعمتِ غیر مترقبہ پر اللہ کے بندوں کو خوشی کا اظہار کرنا چاہیے ''قُـل بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِه فَبِذٰلِکَ فَلْيَفْرَحُوا '' (سورۃ یونس: ۵۸) ترجمہ (اے نبی!) آپ کہہ دیجیے کہ یہ سب کچھ اللہ کے فضل اور رحمت سے ہوا ہے لہٰذا اس پر انہیں خوش ہونا چاہیے۔

آخری عشرہ کی فضیلت یہ بھی ہے کہ اس میں لیلۃ القدر ہے جس کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے، یہ تقریباً ۸۳/ سال ۴/ مہینے بنتے ہیں، یعنی اس ایک رات کی عبادت پوری زندگی کی عبادت سے بہتر ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے تیسویں پارے کی سورۂ قدر میں ذکر فرمایا ہے۔ لیلۃ القدر کی بڑی فضیلتیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ''إنا أنزلناہ فی لیلۃ القدر '' اس مبارک رات میں قرآن کا نزول ہوا جو ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

(۲) ''وَمَا أَدْرٰکَ مَا لَيلَةُ القَدْرِ ''اس استفہام سے اس رات کی عظمت واہمیت کا اندازہ ہوتا ہے اور اس کی تہہ تک مخلوق کی رسائی نہیں ہو سکتی

،صرف اللہ ہی اس کو جانتا ہے۔

(۳) ''لیلة القدر خیر من ألف شهر '' اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے، یہ امت محمد یہ پر اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ مختصر عمر میں زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے کی سہولت عطا فرمادی۔

(۴)''تَنَزَّلُ الْمَلاَئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِن كُلِّ أَمْرٍ ''اس آیت میں روح سے مراد جبرئیل امین ہیں، یعنی فرشتے جبرئیل امین سمیت اس رات میں زمین پر اترتے ہیں ان کاموں کو سرانجام دینے کے لیے جن کا فیصلہ اس سال میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۵)''سَلاَمٌ هِيَ حَتىّ مَطْلَعِ الفَجْرِ ''اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مومن اس رات میں شیطان کے شر سے محفوظ رہتے ہیں یا فرشتے اہل ایمان کو سلام عرض کرتے ہیں یا فرشتے ہی آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں۔

لیلۃ القدر کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے، قدر کے معنی قدر و منزلت کے ہیں، اس رات میں جو عبادت کی جاتی ہے اللہ کے ہاں اس کی بڑی قدر ہے اور اس پر بڑا ثواب ہے۔ اس کے معنی اندازہ اور فیصلہ کرنا بھی ہے، اس میں سال بھر کے لیے فیصلے کیے جاتے ہیں، اس لیے اسے لیلۃ الحکم بھی کہتے ہیں۔ اس کے معنی تنگی کے بھی ہیں، اس رات اتنی کثرت سے زمین پر فرشتے اترتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے (فتح القدیر)۔

شبِ قدر کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص دعا''اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُو تُحِبُّ العَفْوِ فَاعْفُ عَنِّى ''(ترمذی، ابن ماجہ) بتلائی ہے، اس لیے کثرت سے شبِ قدر میں اسے پڑھنا چاہیے۔

لیلۃ القدر کی عبادت گذشتہ گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے جیسا کہ ارشاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے:''عَن أَبِى هُرَيرَة رَضِىَ اللّٰهُ عَنهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ مَن قَامَ لَيلَةَ القَدْرِ إِيمَاناً وَّاحتِسَاباً غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنْبِهِ ''(بخاری ومسلم)۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے گذشتہ تمام گناہ (صغیرہ گناہ) معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

لیلۃ القدر کی سعادت سے محروم رہنے والا بہت ہی بدنصیب ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:''وَعَن أَنَس بن مَالِكٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلَ رَمَضَانَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ هٰذا الشَّهرَ قَد حَضَرَكُم ، وَفِيهِ لَيلَةُ القَدْرِ خَيْرٌ مِن أَلْفِ شَهرٍ ، مَن حُرِمَهَا فَقَد حُرِمَ الخَيرَ كُلَّه ، وَلاَ يُحرَم خَيرَهَا إِلاَ كُلُّ مَحْرُومٍ ''(ابن ماجہ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رمضان آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جو مہینہ تم پر آیا ہے اس میں ایک رات ایسی ہے (جو قدر و منزلت کے اعتبار سے) ہزار مہینوں (کی عبادت) سے بہتر ہے، جو شخص اس (کی سعادت حاصل کرنے) سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا، نیز فرمایا لیلۃ القدر کی سعادت سے صرف بدنصیب ہی محروم کیا جاتا ہے۔

لیلۃ القدر کی تعیین میں علماء کی آراء الگ الگ ہیں، مختلف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی احادیث ہیں جن میں سے بعض میں اکیسویں رات کو، بعض میں تیئیسویں یا پچیسویں یا ستائیسویں رات کو اور بعض میں انتیسویں رات کو قرار دیا گیا ہے، لہٰذا ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں سب سے زیادہ مبنی بر احتیاط حدیث وہ ہے جو کہ صحیح بخاری، مسلم اور مسند احمد میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:''تَحَرُوا لَيلَةَ القَدرِ فِى الوِتْرِ مِن العَشْرِ الأَوَاخِرِ مِن رَمَضَانَ ''لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں (اکیسویں، تیئیسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں) میں تلاش کرو۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ لوگ پانچوں ہی طاق راتوں میں اس کی فضیلت حاصل کرنے کے شوق میں اللہ کی خوب عبادت کریں۔

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت کے ساتھ عبادت اور شب بیداری کرتے تھے، آپ خود عبادت کے لیے کمر بستہ ہو جاتے بلکہ اپنے اہل وعیال کو بھی اس کی ترغیب دلاتے اور جگاتے، تاکہ وہ بھی اس سعادت کو سمیٹ سکیں، چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ''كَانَ رَسُولُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّم يَجتَهِدُ فِي العَشرِ الأَواخِرِ مَا لا يَجتَهِدُ فِي غَيرِه ''(مسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں باقی دنوں کی نسبت عبادت میں بہت زیادہ کوشش فرماتے تھے۔ نیز ایک اور روایت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: ''كَانَ رَسُولُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّم إِذَا دَخَلَ العَشرُ شَدَّ مِئزَرَهُ ، وَأَحيَا لَيلَهُ ، وَأَيقَظَ أَهلَهُ ''(بخاری ومسلم) جب رمضان کے آخری دس دن شروع ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمر بستہ ہو جاتے، راتوں کو جاگتے اور اپنے اہل وعیال کو بھی جگاتے۔

رمضان کے آخری عشرہ میں ایک خاص عبادت اعتکاف بھی ہے جس کے لغوی معنی حبس، مکث اور ٹھہرنے کے ہیں، شرعی معنی یہ ہے کہ آدمی دنیاوی جھمیلوں سے کٹ کر عبادت کی غرض سے مسجد کو لازم پکڑ لے، یہ سنت مؤکدہ کفایہ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تک دنیا میں رہے اس کا اہتمام ولزوم کرتے رہے، حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو اٹھالیا، پھر آپ کے بعد آپ کی بیویاں برابر اعتکاف کرتی رہیں (بخاری)۔

احادیث مبارکہ میں اعتکاف کی بڑی فضیلت آئی ہے، ارشاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ''مَن اعتَكَفَ عَشراً فِي رَمَضَانَ كَانَ كَحَجَتَينِ وَعُمرَتَينِ ''(بیہقی) جو شخص رمضان کے آخری دس دن کا اعتکاف کرے اسے دو حج اور دو عمروں کا ثواب ملے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال دس دن اعتکاف فرماتے تھے، لیکن جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''كَانَ يُعرَضُ عَلى النَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ القُرآنَ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً ، فَعُرِضَ عَلَيهِ مَرَّتَينِ فِي العَامِ الَّذِي قُبِضَ ، وَكَانَ يَعتَكِفُ كُلَّ عَامٍ عَشراً ، فَاعتَكَفَ عِشرِينَ فِي العَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ ''(بخاری) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہر سال (رمضان میں) ایک بار قرآن پڑھا جاتا، جس سال آپ نے وفات پائی اس سال آپ کے سامنے دو بار قرآن ختم کیا گیا۔ اسی طرح ہر سال آپ دس دن کا اعتکاف فرماتے، لیکن سال وفات آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔

معتکف کے لیے عاقل، بالغ، طاہر ومسلمان ہونا شرط ہے، حالت اعتکاف میں بیوی سے مباشرت جائز نہیں ہے ''وَلا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُم عَاكِفُونَ فِي المَسَاجِدِ ''(سورۃ البقرۃ: ۱۸۷) اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو بیویوں سے مباشرت نہ کرو۔ معتکف کو چاہیے کہ ان ایام میں کثرت سے تلاوت قرآن، استغفار، انابت الی اللہ اور دعا میں مصروف ہو کر لایعنی چیزوں سے اجتناب کرے۔

مردوں کی طرح عورتیں بھی اعتکاف کر سکتی ہیں، بخاری ومسلم کی روایتیں موجود ہیں کہ ازواج مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا کرتی تھیں۔

پورے رمضان المبارک میں اور خصوصیت کے ساتھ آخری عشرہ میں کثرتِ تلاوت اور انفاق فی سبیل اللہ پر ہماری توجہ بھی مرکوز ہونی چاہیے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماہ رمضان میں قرآن کا دور کراتے تھے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ تیز ہوائیں بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں، بخاری ومسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَجوَدَ النَّاسِ بِالخَيرِ ، وَكَانَ أَجوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ ، كان جبريل يَلقَاهُ كُلَّ ليلةٍ فِي رَمَضَانَ يَعرِضُ عَلَيهِ النبي القُرآنَ ، فَإِذَا لَقِيَهُ جِبرِيلُ كَانَ أَجوَدَ بِالخَيرِ مِنَ الرِيحِ المُرسَلَةِ ''(صحیح بخاری وصحیح مسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے میں بہت سخی تھے لیکن رمضان میں اور بھی زیادہ سخی ہو جاتے، رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر رات تشریف لاتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قرآن سناتے، جب حضرت جبرئیل

علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتے تو آپ کی سخاوت تیز ہواؤں سے بھی زیادہ بڑھ جاتی۔

رحمت و برکت کے اس مقدس مہینے میں خالق حقیقی سے لَو لگایئے، آخری عشرہ میں جس قرآن کا نزول ہوا اسے اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنایئے اور توبہ واستغفار کے ذریعہ اللہ کے لطف وکرم کو حاصل کرتے ہوئے جنت کے مستحق بن جایئے (آمین)۔

دو دن کی زندگی ہے اسے تو سنوار لے
توبہ کا در کھلا ہے خدا کو پکار لے
تقدیر بن کے پھیل جا روئے زمیں پر
قرآن اپنے سینے کے اندر اتار لے

وما توفیقی إلا باللّٰہ

عبدالرحمٰن عمری

☆☆☆

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی المبعوث رحمۃ للعالمین نبینا محمد الصادق الأمین وعلی آلہ وصحبہ أجمعین والتابعین وتابعیھم بإحسان إلی یوم الدین

زکوٰۃ وصدقۂ فطر کے مسائل

مولانا جاوید اختر قاسمی

ماہ رمضان المبارک اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے اس کے بندوں کے لیے ایک عظیم تحفہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس ماہ کو اپنی طرف منسوب کیا ہے جس کی بناء پر اس کو خصوصی درجہ حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ عام دنوں کے بالمقابل اس ماہ میں کی جانے والی عبادات اور نیکیوں کا اجر وثواب دس کی بجائے ستر گنا اور اس سے بھی زیادہ دیا جاتا ہے، چنانچہ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت اپنے رب کریم کی جانب سے ملنے والے اس بے شمار اجر وثواب کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے اور رحمت خداوندی سے بہرہ ور ہونے کے لیے اس ماہ میں کثرت کے ساتھ عبادت وریاضت، ذکر وتلاوت اور سنن ونوافل کی ادائیگی میں مشغول رہتی ہے۔

علاوہ ازیں برصغیر ہند کے مسلمان عام طور پر اس بابرکت مہینہ میں صدقۂ فطر کے ساتھ زکوٰۃ بھی نکالتے ہیں، اسی مناسبت سے زکوٰۃ اور صدقۂ فطر کے چند ضروری اور اہم مسائل پیش خدمت ہیں، تاکہ جن لوگوں پر زکوٰۃ اور صدقۂ فطر کی ادائیگی واجب ہے وہ رمضان المبارک کی مخصوص عبادتوں کے ساتھ اس فریضہ کو بھی ادا کریں۔

زکوٰۃ اور صدقۂ فطر کے چند ضروری مسائل :

زکوٰۃ کے لغوی معنی زیادتی، بڑھوتری اور برکت کے ہیں، اس کے دوسرے معنی پاکیزگی کے بھی آتے ہیں۔ قرآن میں ہے: قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّىٰهَا (سورۃ الشمس :۹) کامیابی اسے ملے گی جو اپنے نفس کو پاکیزہ بنائے۔ شریعت کی اصطلاح میں ''مخصوص مال کے ایک متعین حصہ کا مخصوص لوگوں کو مالک بنانا'' زکوٰۃ کہلاتا ہے۔ زکوٰۃ کو زکوٰۃ اس لیے کہا جاتا ہے کیوں کہ زکوٰۃ نکالنے سے مال میں بڑھوتری ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ مال میں برکت عطا فرماتا ہے اور زکوٰۃ دینے والے کو اجر وثواب سے نوازتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰت (سورۃ البقرۃ:۲۷۶) اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے، وَمَآ اٰتَيْتُم مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ (سورۃ الروم: ۳۹) تم زکوٰۃ جو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے ارادے سے دیتے ہو تو جو لوگ بھی ایسا کرتے ہیں وہ اپنے مال کو کئی گنا بڑھا لیتے ہیں۔ زکوٰۃ کو زکوٰۃ کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب انسان کا انہماک مال میں بڑھتا ہے تو مال کی بے جا محبت، حرص وہوس اور بخل وتنگ ظرفی جیسی اخلاقی اور روحانی بیماریاں اس میں پیدا ہو جاتی ہیں، زکوٰۃ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زکوٰۃ دینے والے کو اخلاقی وروحانی بیماریوں سے پاک وصاف کر دیتا ہے۔ فرمان خداوندی ہے: خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ (سورۃ التوبۃ:۱۰۳) اے پیغمبر! ان لوگوں کے اموال میں سے صدقہ وصول کرلو جس کے ذریعہ تم انہیں پاک کردو گے اور ان کے لیے باعث برکت بنو گے اور ان کے لیے دعا کرو۔

زکوٰۃ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے اور ان تمام مسلمانوں پر فرض ہے جن پر زکوٰۃ کے وجوب کی شرطیں پائی جائیں، زکوٰۃ کا شمار اسلام کے شعائر میں ہوتا ہے، اس کی فرضیت آیات قرآنیہ، احادیث صحیحہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ ادا کرنے کا تاکیدی حکم آیا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (المزمل: ۲۰)، اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيه وَسَلَّم: مَن آتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَلَم يُؤد زَكٰوته مُثِّلَ له مَالُهُ يَومَ القِيَامَةِ شُجَاعاً أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوقُهُ يَومَ القِيَامَةِ ، ثُمَّ يَأخُذُ بِلِهزِمَتَيهِ يَعنِي بِشِدقَيهِ ، ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنزُكَ (الصحیح البخاری ، کتاب الزکاۃ)

جسے اللہ نے مال دیا اور اس نے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو قیامت کے دن اس کا مال زہریلے گنجے سانپ کی شکل اختیار کر لے گا، اس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے وہ سانپ اپنے دونوں جبڑوں سے زکوٰۃ نہ دینے والے شخص کی گردن پکڑ لے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔

زکوٰۃ کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس کا حکم پہلے پیغمبروں کی شریعتوں میں بھی موجود تھا، قرآن میں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم اور ان کے صاحب زادے حضرت اسحاق پھر ان کے صاحب زادے حضرت یعقوب علیہم السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے: **وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ** (سورۃ الانبیاء:۷۳) ہم نے ان کو (یعنی حضرت ابراہیم حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کو) نیک کام کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا۔ لہٰذا امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور واجب ہونے کے باوجود اس کا ادا نہ کرنے والا گنہ گار اور آخرت میں سخت عذاب کا مستحق ہوگا۔

زکوٰۃ کب فرض ہوئی اس میں اختلاف ہے، کیوں کہ قرآن کی مکی اور مدنی دونوں طرح کی سورتوں میں زکوٰۃ کا حکم ملتا ہے، مشہور یہ ہے کہ زکوٰۃ ہجرت کے بعد دوسرے سن میں فرض ہوئی ہے، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے معارف القرآن میں علامہ ابن کثیرؒ اور صاحب روح المعانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اصل زکوٰۃ کی فرضیت تو ہجرت سے قبل مکہ معظّمہ ہی میں ہو چکی تھی، البتہ نصاب کی تعیین، مقدار زکوٰۃ کی تحدید اور مصارف کی تفصیلات ہجرت کے دوسرے سال بیان کی گئیں اور سن ۸ ہجری میں اسلامی حکومت کی طرف سے باضابطہ اس کی وصول یابی کا اہتمام وانتظام کیا گیا۔

ایک عاقل بالغ مسلمان پر زکوٰۃ اس وقت فرض ہوتی ہے جب کہ وہ نصاب (شریعت کی جانب سے مقرر کردہ مال کی ایک مخصوص مقدار) کا مالک ہو اس شرط کے ساتھ کہ مذکورہ نصاب ضرورت سے زائد ہو، اس میں کسی دوسرے کا حق نہ ہو (مثلاً قرض اور رہن وغیرہ) اور اس پر ایک ہجری سال گذر گیا ہو۔ زکوٰۃ چار طرح کے مال میں فرض ہے: (۱) سونا جب کہ اس کی مقدار ساڑھے سات تولہ کو پہونچ جائے۔ (۲) چاندی جب کہ اس کی مقدار ساڑھے باون تولہ کو پہونچ جائے۔ (۳) نقدی (۴) مال تجارت (یعنی وہ سامان جس کو بیچنے کی نیت سے خریدا گیا ہو) جب کہ ان دونوں کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو جائے۔ اگر کوئی شخص مذکورہ چاروں قسم میں سے کسی ایک قسم کا مالک ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اگر کسی کے پاس ایک سے زائد قسم کے مال ہوں مثلاً سونا اور چاندی ہو (خواہ نصاب سے کم ہو یا زیادہ) یا سونا اور نقدی ہو یا چاندی اور نقدی ہو یا چاندی اور مال تجارت ہو یا سونا، چاندی، نقدی اور مال تجارت (چاروں قسم کا مال) ہو تو ایسی صورت میں ان اموال کی قیمت اگر ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔ اگر کسی شخص پر زکوٰۃ کے مذکورہ شرائط عائد ہوتے ہیں تو اس کو اپنے مال میں سے ڈھائی فی صد (2.5%) زکوٰۃ نکالنا واجب ہوگا۔ زکوٰۃ نکالتے وقت ہجری سال کے اختتام پر جتنا مال ہے اس کا اعتبار ہوگا، مثلاً کسی شخص کے پاس سال کے آغاز میں دو لاکھ کا سرمایہ تھا اور سال کے اختتام سے قبل اس کی ملکیت میں ایک لاکھ کا اضافہ ہو گیا (خواہ ایک دو دن پہلے ہی کیوں نہ ہوا ہو) تو ایسی صورت میں سال کے اختتام پر اس کو پورے تین لاکھ میں سے زکوٰۃ دینی ہوگی، اضافہ شدہ مال پر الگ سے سال گذرنے کا حساب نہیں لگایا جائے گا۔ اسی طرح اگر اخیر سال میں کسی کا سرمایہ دو لاکھ سے کچھ کم ہو جائے تو کم کا لحاظ کرتے ہوئے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

رہائشی مکان، پہننے کے کپڑے، گاڑی اور وہ چیزیں جو عام طور پر گھر والوں کے استعمال میں رہتی ہیں یہ سب ضرورت کے سامان میں داخل ہیں اسی طرح آلات صناعت وزراعت اور حصول رزق کے دوسرے وسائل (مثلاً درزی کی سلائی مشین، لوہار اور کاشت کار کے اوزار وغیرہ جن سے ایک انسان اپنی روزی کماتا ہے) بھی ضروریات میں شامل ہیں، لہٰذا ان پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

زکوٰۃ کن لوگوں کو دی جائے؟ اس بارے میں سورۂ توبہ کی آیت **إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ... الخ** سے رہنمائی ملتی ہے، اللہ تعالیٰ نے جن آٹھ لوگوں کو زکوٰۃ کا مستحق قرار دیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) فقیر: وہ شخص ہے جس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو نصاب زکوٰۃ کو پہونچے۔

(۲) مسکین: وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔

(۳) عامل: وہ شخص ہے جو لوگوں سے زکوٰۃ، صدقات، عشر وغیرہ وصول کرنے کی خدمت پر مامور ہو۔

(۴) مؤلفۃ قلب: وہ شخص جس کی دل جوئی کرنا مقصود ہو۔

(۵) رقاب: وہ غلام جو اپنے مالک کو ایک متعینہ مال دے کر اس کی غلامی سے آزاد ہونا چاہتا ہو۔

(۶) غارم: ایسا قرض دار جس کے پاس اتنا مال نہ ہو جس سے وہ قرض ادا کر سکے۔

(۷) فی سبیل اللہ: وہ شخص جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہو۔ فقہاء کرام نے طالب علموں کو بھی فی سبیل اللہ میں شامل کیا ہے۔

(۸) ابن سبیل: وہ مسافر جو سفر کی حالت میں تنگ دست ہو گیا ہو، اگر چہ وطن میں مال دار ہی کیوں نہ ہو۔

اس آیت میں جو آٹھ مصارف بیان کیے گئے ہیں وہ زکوٰۃ کے ساتھ خاص ہیں، کیوں کہ یہ زکوٰۃ کے مصارف ہیں، لہٰذا زکوٰۃ کا مال اگر مذکورہ مصارف کے علاوہ کہیں اور خرچ کیا جائے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے شرط یہ ہے کہ زکوٰۃ کی نیت کی جائے، بغیر نیت کے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، زکوٰۃ کی رقم کو اصل مال سے علیحدہ کرتے وقت نیت کر لینا کافی ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ کسی مستحق کو زکوٰۃ کے مال کا مالک بنا دیا جائے، مالکانہ قبضہ دیئے بغیر زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، لہٰذا زکوٰۃ کے مال سے مستحقین کے لیے شفاخانہ یا مسجد، مدرسہ، اسکول اور سڑک وغیرہ بنوانا یا ایسی چیزوں میں زکوٰۃ کا مال صرف کرنا جس کا فائدہ زکوٰۃ کے مستحقین کو پہونچتا ہو یا ان کی ضروریات پوری ہوتی ہوں، ایسے ہی میت کی تجہیز و تکفین میں اور اس کی طرف سے قرض کی ادائیگی میں زکوٰۃ کی رقم دینا صحیح نہیں، کیوں کہ مذکورہ تمام صورتوں میں مالک بنانا نہیں پایا جاتا۔

رمضان میں دیگر عبادات کے علاوہ ایک عبادت اور بھی ہے جس کو صدقۂ فطر کہا جاتا ہے۔ لغت میں روزہ کھولنے کو فطر کہا جاتا ہے، شریعت کی اصطلاح میں صدقۂ فطر سے مراد وہ صدقہ ہے جو رمضان کے مکمل ہونے کی خوشی میں شکریہ کے طور پر دیا جاتا ہے۔ اس کو صدقۂ فطر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ رمضان کے اختتام پر دن میں کھانے پینے کا سلسلہ پھر سے شروع ہو جاتا ہے، اس لیے رمضان کی عید کو عید الفطر اور اس دن ادا کیے جانے والے صدقہ کو صدقۂ فطر کہتے ہیں۔

صدقۂ فطر کی مشروعیت قرآن و احادیث سے ثابت ہے، قرآن کریم میں فرمایا گیا: قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكّٰى (سورۃ الأعلی: ١٤) وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے زکوٰۃ دی۔ اس آیت کے بارے میں مفسرین کے متعدد اقوال میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں زکوٰۃ سے صدقۂ فطر مراد ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے کہ آپ عید کی نماز ادا کرنے سے قبل صدقۂ فطر ادا کرتے تھے اور دلیل میں مذکورہ آیت کی تلاوت فرماتے تھے۔

صدقۂ فطر کے سلسلہ میں بہت سی احادیث آئی ہیں، بطور نمونہ چند حدیثیں حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ''فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيه وَسَلَّم زَكَاةَ الفِطرِ صَاعاً مِن تَمَر أو صَاعَا مِن شَعِير عَلى العَبْدِ وَالحُر وَالذَّكَرِ والأُنثَى وَالصَغِيرِ وَالكَبِيرِ مِنَ المُسلِمِينَ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں سے ہر غلام اور آزاد، مرد اور عورت، بچے اور بوڑھے پر ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور صدقۂ فطر میں دینا فرض قرار دیا ہے۔ (الصحیح البخاری ، باب فرض صدقة الفطر)

(۲) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت منقول ہے: ''خَطَبَ ابنُ عَبَّاس فِی آخرِ رَمَضَانَ عَلى مِنبَرِ البَصرَةِ ، فَقَالَ: أخرِجُوا صَدقَةَ صَومِكُم ، فَكَأنَّ النَاسُ لَم يَعلَمُوا ، قَالَ: مَن هَاهُنَا مِن أهلِ المَدِينَة؟ قُومُوا إلٰى إخوَانِكُم فَعَلِّمُوهُم ، فَإنَّهُم لا يَعلَمُونَ: فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ هذِهِ الصَدَقَةَ صَاعاً مِن تَمَرٍ أو شَعِير أو نِصفَ صَاع قَمح عَلٰى كُل حُرٍّ أو

مَـمـلُـوكٍ ذَكَـر أو أُنثَـى صَغِير أو كَبِير ''حضرت ابن عباسؓ نے بصرہ کی امارت کے دوران ماہ رمضان کے اخیر ایام میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے روزوں کی زکوٰۃ نکالو، بصرہ کے لوگوں کو اس کا علم نہیں تھا کہ روزوں کی زکوٰۃ کیا ہوتی ہے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مدینہ کے جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ کھڑے ہوں اور اپنے بھائیوں کو تعلیم دیں، کیوں کہ یہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ زکوٰۃ (صدقۂ فطر) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر آزاد وغلام، مرد وعورت اور بچے اور بوڑھے پر ایک صاع کھجور یا جو یا آدھا صاع گیہوں فرض قرار دیا ہے (سنن أبو داؤد)۔

ان کے علاوہ صدقۂ فطر کے باب میں اور بھی بہت سی احادیث مروی ہیں جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر کو مسلمان پر لازم قرار دیا ہے۔

صدقۂ فطر کو لازم قرار دیئے جانے کی کیا حکمت ہے، اس کی وضاحت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے: ''فَـرَضَ رَسُـولُ اللّٰهِ صَلى اللّٰهُ عَلَيه وَسَلَّمَ زَكَاةَ الفِطرِ طُهرَة للصَّائِمِ مِنَ اللَّغو وَالرَفَثِ وَطُعمَة لِلمَسَاكِين ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ دار کو فضول ولغو باتوں اور فحش کاموں کے اثرات سے پاک کرنے اور محتاجوں کے لیے کھانے کا انتظام کرنے کی غرض سے صدقۂ فطر فرض فرمایا ہے (سنن أبو داؤد ، باب زكاة الفطر)، یعنی صدقۂ فطر کی مشروعیت میں دو حکمتیں پوشیدہ ہیں؛ پہلی حکمت یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں انسان سے کبھی لغو اور خلاف شرع باتوں کا صدور ہو جاتا ہے اور اعضاء وجوارح سے ایسے گناہ ہو جاتے ہیں جن کی بناء پر روزہ ٹوٹتا تو نہیں ہے لیکن متاثر ضرور ہوتا ہے، صدقۂ فطر کو اسی لیے واجب کیا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ روزہ میں لغو باتوں اور گناہ کی وجہ سے پیدا ہونے والی خرابی کا ازالہ ہو جائے۔

دوسری حکمت یہ ہے کہ عید کا دن اہل اسلام کے لیے خوشیوں کا دن ہے، ایسے عظیم موقع پر امیروں کے ساتھ ساتھ غریبوں کو بھی خوشی منانے کا حق ہے، ان کے لیے خوشی منانے کا موقع فراہم کرنا ضروری بھی ہے اور انسانیت کا تقاضا بھی، عید سے پہلے صدقۂ فطر کی ادائیگی کا حکم اسی لیے ہے تاکہ غریب لوگ بھی عید کے دن کچھ خوشی کا سامان کرلیں اور سب کے ساتھ عید منائیں۔

صدقۂ فطر کن لوگوں پر واجب ہے؟ اس سلسلے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ صدقۂ فطر ہر اس شخص پر واجب ہے جس کے پاس زکوٰۃ کے نصاب کے بقدر مال ہو۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ زکوٰۃ کے لیے نصاب پر ایک سال گزرنا بھی شرط ہے، لیکن صدقۂ فطر کے لیے ضروری نہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص عید کے دن صبح صادق سے پہلے صاحب نصاب ہوا تو اس کو بھی صدقۂ فطر ادا کرنا پڑے گا۔ دوسرے یہ کہ زکوٰۃ کے نصاب میں یہ شرط بھی ہے کہ وہ نامی یعنی بڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہو، لیکن صدقۂ فطر میں یہ شرط نہیں ہے۔

احادیث میں بچے پر بھی صدقۂ فطر کو واجب بتایا گیا ہے، علماء کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بچے کے پاس اس کا ذاتی مال ہے تو صدقۂ فطر اس کے مال سے ادا کیا جائے گا اور اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو اس کے والد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے نابالغ بچے کا صدقۂ فطر اپنی طرف سے ادا کرے۔

عید الفطر کی صبح صادق ہوتے ہی صدقۂ فطر واجب ہو جاتا ہے، لہٰذا عید کی صبح صادق سے پہلے اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں ہوگا، اسی طرح صبح صادق سے پہلے اگر کسی شخص نے اسلام قبول کیا یا کوئی فقیر صاحب نصاب ہو گیا تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہوگا۔

صدقۂ فطر کب ادا کیا جائے؟ اس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ''مَـن أدَّاهَا قَبلَ الصَلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مِقبُولَةٌ ، وَمَـن أدَّاهَا بَعدَ الصَلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَدَقَاتِ ''جس نے عیدگاہ جانے سے پہلے اس (صدقۂ فطر) کو ادا کیا وہ اس کے لیے مقبول صدقہ ہے اور جس نے نماز کے بعد ادا کیا تو وہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہے (سنن أبو داؤد باب زكاة الفطر)۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ''أَنَّ النَبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أمَرَ بِزَكَاةِ الفِطرِ قَبلَ خُرُوجِ النَاسِ إلَى الصَلَاةِ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدگاہ کے لیے نکلنے سے قبل صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے (الصحيح البخارى ، باب الصدقة قبل العيد)۔ حضرت ابن عمرؓ ہی سے اسی طرح کی ایک اور حدیث ابوداؤد میں ہے: ''أمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيهِ وَسَلَّمَ بِزَكَاةِ الفِطرِ أن تُؤدى قَبلَ خُرُوج النَّاسِ إلَى الصَلَاةِ ''اس کے بعد اس

میں یہ اضافہ ہے: ''فَكَانَ ابنُ عُمَر يُؤدّيهَا قَبلَ ذٰلِكَ بِاليَومِ وَاليَومَينِ ''حضرت ابن عمرؓ عیدالفطر سے ایک دودن پہلے ہی صدقۂ فطر ادا کردیا کرتے تھے (سنن أبوداؤد: باب متى تؤدى)لہٰذا عیدگاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کردینا چاہیے اور بہتر یہ ہے کہ ایک دودن پہلے ہی ادا کردیا جائے، تاکہ غریب اور مسکین لوگ بھی خوشی خوشی عید کا تہوار منا سکیں۔

صدقۂ فطر کی مقدار:

صدقۂ فطر میں اگر کھجور، جو، پنیر اور کشمش دینا ہو تو تمام فقہاء کے نزدیک ایک صاع (موجودہ وزن کے مطابق تقریباً ساڑھے تین کلو) دینا واجب ہے۔ البتہ گیہوں دینے کی صورت میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک آدھا صاع (تقریباً پونے دوکلو) گیہوں کافی ہے، دیگر ائمہ کے نزدیک گیہوں بھی ایک صاع ہی دیا جائے گا۔ اس اختلاف سے قطع نظر اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ گیہوں بھی ایک صاع ہی دے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو کشادہ حالی میں دیکھا تو فرمایا ''أَمَّا إِذَا وَسَّعَ اللّٰه فَأَوسِعُوا أعطُوا صَاعاً مِن بُر أو غَيرِه ''جب اللہ نے وسعت دی ہے تو تم بھی وسعت سے کام لیتے ہوئے گیہوں اور دوسری چیزوں سے ایک صاع ہی دو (نسائی: رقم الحديث ٢٥١٥)۔

صدقۂ فطر کئی آدمیوں کا ایک فقیر کو اور ایک آدمی کا کئی فقیر کو دینا جائز ہے۔

جس نے کسی وجہ سے رمضان کا روزہ نہیں رکھا اس پر بھی صدقۂ فطر واجب ہے۔

عصر حاضر کے تقریباً تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ صدقۂ فطر میں اناج کے بدلہ قیمت دینا بھی جائز ہے، لہٰذا صدقہ میں گیہوں کی قیمت کا اعتبار بازار کے بھاؤ سے کیا جائے گا۔

زکوٰۃ اور صدقات کی مشروعیت دراصل اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اس کے غریب اور مال دار دونوں طرح کے بندوں پر ایک بڑا احسان ہے غریب پر احسان اس لئے ہے کہ اس کی ضروریات کی تکمیل ہوتی ہے اور مالی مصائب دور ہوتے ہیں، مال دار پر احسان اس لئے ہے کہ اس پر سے بلائیں ٹال دی جاتی ہیں۔ غرض صدقہ (فرض ہو یا واجب ہو یا نفل) ایک مہتم بالشان عبادت ہے جس میں عبادت کے ساتھ ساتھ انسانی ہمدردی اور جذبۂ خیر سگالی کا حسین امتزاج ہے۔

زکوٰۃ کا ایک سماجی فائدہ یہ بھی ہے کہ موجودہ دور میں سائنسی انکشافات وایجادات اور ترقی کی نئی نئی دریافتوں کے باوجود بھی انسانی زندگی ہر لمحہ خطرہ میں رہتی ہے، موجودہ دور کے حادثات مثلاً زلزلے، سمندری طوفان سونامی، تباہ کن بارش اور وبائی وجان لیوا بیماریاں وغیرہ ایسی عام ہوگئی ہیں کہ عقل انسانی انگشت بدنداں ہے۔ اس صورت حال میں غربت کا عام ہونا، گھروں کا تباہ ہونا، بیماری کے علاج کی استطاعت نہ ہونا اور حادثاتی موت کا شکار ہونے والوں کے پسماندگان کی زندگی کا دوبھر ہونا واضح بات ہے، ایسے میں اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے زکوٰۃ وصدقات کی شکل میں جو حل پیش کیا ہے اس کی نظیر موجودہ دور کے انسانی قانون میں نہیں ملتی، اگر اصول وشرائط کے ساتھ زکوٰۃ اور صدقات کی ادائیگی صحیح طریقہ پر کی جائے تو اس کے ذریعہ مشکل میں پھنسے لوگوں کی بروقت مدد کرکے نہ صرف ان کی بازآبادکاری کے اسباب مہیا کیے جاسکتے ہیں بلکہ سماج کی اقتصادی مشکلات اور بدحالی پر قابو بھی پایا جاسکتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اگر ہم زکوٰۃ ادا کرنے کے اہل ہیں تو ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہم اس اہم دینی اور سماجی فریضہ کو پہلی فرصت میں ادا کریں اور اس کی انجام دہی میں تساہل سے کام ہرگز نہ لیں۔ چوں کہ رمضان المبارک میں ہر فریضہ کی ادائیگی کا ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے، لہٰذا اگر اس ماہ میں زکوٰۃ واجب ہوجائے تو اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے اور اگر واجب نہ ہو تب بھی صدقۂ فطر کے علاوہ نفلی صدقات سے گریز نہ کیا جائے اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو زکوٰۃ وصدقات کی صحیح طور پر ادائیگی کے ساتھ ساتھ ایسے مقامات پر مال خرچ کرنے کی توفیق دے جس سے زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل ہو اور امت مسلمہ کی معاشی پسماندگی کا خاتمہ ہو، آمین۔

وما توفیقی الا باللّٰہ

جاوید اختر قاسمی

الحمد للّٰہ و کفی و سلام علی عباہ الذین اصطفی

رمضان المبارک کے بعد

مولانا عاشق الٰہی قاسمی

جب عیدالفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام (آسمانوں پر) ''لیلۃ الجائزۃ '' انعام کی رات سے لیا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں، وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں اور راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جنات اور انسان کے علاوہ ہر مخلوق سنتی ہے پکارتے ہیں اے محمد ﷺ کی امت! اس رب کریم کی درگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والے ہیں، جو بڑے سے بڑے قصور کو معاف کرنے والے ہیں۔ پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک! اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتوں! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں، میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو، میری عزت کی قسم، میرے جلال کی قسم، آج کے دن اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا، میری عزت کی قسم، جب تک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا اور ان کو چھپاتا رہوں گا، میری عزت کی قسم اور میرے جلال کی قسم، میں تمہیں مجرموں اور کافروں کے سامنے رسوا نہیں کروں گا، اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔

الغرض عید کی رات اور دن بہت عظیم اور بابرکت ہیں، فقہائے کرام نے بھی عید کی رات جاگنا مستحب لکھا ہے، حضرت امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ پانچ راتیں دعا کی قبولیت کی ہیں، جمعہ کی رات، عیدین کی رات، غرۂ رجب کی رات اور نصف شعبان کی رات۔

اب جب اللہ کی رضا و مغفرت کا پروانہ لے کر گھر واپس آرہے ہیں تو اپنے آپ کو محرمات کی گندگی میں نہ ڈالیں، بلکہ آئندہ حرام سے اجتناب کرتے رہیں اور تقویٰ کے لباس کو پہنے رہیں۔

یہ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ صرف متقین مخلصین کی عبادت کو قبول فرماتے ہیں، متقی وہ حضرات ہیں جو اوامر الٰہی کو بجالائے اور نواہی الٰہی سے اجتناب کرے۔ اوامر و نواہی کا اطلاق ہر سال، ہر مہینہ، ہر ہفتہ، ہر دن، ہر گھنٹے، ہر منٹ، ہر سیکنڈ اور ہر لمحہ و لحظہ پر ہوتا ہے، اوامر و نواہی کو صرف رمضان کے ساتھ مخصوص کرنا اور اسی مہینے کے اندر منحصر کرنا عدم قبولیت کی دلیل ہے، لہٰذا جو حضرات رمضان میں عبادت کرتے ہیں اور رمضان کے بعد شتر بے مہار کی طرح آزاد ہو جاتے ہیں ان کو اپنی سابقہ عبادت کی مقبولیت کے بارے میں غور کرنا چاہیے، کیوں کہ اللہ رب العزت نے واضح طور پر اعلان کر دیا ہے: ''إنما يتقبل الله من المتقين'' (سورۃ المائدہ: ۲۷)۔ اس آیت میں ''إنما'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے اندر حصر کا معنی ہے، یعنی صرف متقی کی عبادت کو شرفِ قبولیت حاصل ہوتی ہے، دراصل متقی وہی حضرات ہیں جو ہر سال، مہینہ، ہفتہ، دن، گھڑی، منٹ، سیکنڈ، لمحہ و لحظہ میں اللہ سے ڈرتا رہے۔

رمضان کا مبارک مہینہ سامنے ہے، رمضان کے مہینے میں جس لگن کے ساتھ عبادت جاری و ساری رہتی ہے اسی طرح رمضان کے بعد بھی جاری رہنا چاہیے اور گزشتہ عبادات کے عنداللہ مقبول ہونے کی فکر دامن گیر ہونی چاہیے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عیدالفطر کے دن خطبہ میں ارشاد فرمایا: ''أيها الناس صمتم لله ثلاثين يوما ، وقمتم ثلاثين ليلة ، وخرجتم اليوم

تطلبون من اللّٰہ أن یتقبل منکم ما کان ''اے لوگو! تم نے اللہ کے لیے تیس دن کے روزے رکھے اور تیس راتیں قیام وتراویح میں گزاریں اور آج اللہ تعالیٰ سے ان کی مقبولیت کی دعا کے لیے نکلے ہو۔

اور بعض سلف پر تو عید الفطر کے دن غم کے آثار نمایاں ہوئے، لوگوں نے پوچھا حضرت آج خوشی کا دن ہے اور آپ غمزدہ ہیں، تو فرمانے لگے آپ لوگوں نے سچ فرمایا، لیکن میں ایک ایسا بندہ ہوں کہ میرے رب نے مجھے عمل صالح کا حکم دیا، چنانچہ میں نے حکم کی تعمیل کی، لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ وہ عمل مقبول ہو یا مردود۔

علامہ ابن رجب حنبلیؒ نے فرمایا کہ سلف صالحین رمضان سے قبل چھ مہینے دعائیں کرتے تھے کہ اے میرے رب! رمضان کو جلد بھیج، اس کا روزہ مجھے نصیب فرما۔ پھر رمضان کے بعد چھ مہینے تک مسلسل اس کی قبولیت کی دعا کرتے تھے کہ اے میرے رب! اس کو قبول فرمالے۔

حضرت زید بن اسلم نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ خیر کو ہر زمانے میں ہر وقت میں تلاش کرو، رمضان ہو یا غیر رمضان، عبادتوں کو زمان ومکان کے ساتھ مخصوص کرنا غفلت کی دلیل ہے، ہدایت کے بعد ضلالت کی دلیل ہے اور اطاعت کے بعد معصیت کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں: ''**وَلاَ تَرتَدُّوا عَلی أَدبَارِکُم فَتَنقَلِبُوا خَاسِرِینَ** ''(سورۃ المائدۃ: ۲۱) پیچھے مت مڑو، ورنہ نقصان ہوگا، بلکہ حکم الٰہی ہے: ''**سَارِعُوا إِلٰی مَغفِرَۃ** ''(سورۃ آل عمران: ۱۳۳) اللہ تعالیٰ کی رضا ومغفرت کی طرف سبقت لے جاؤ، اس لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت مسلسل کی جائے، کوئی فرض، واجب کبھی چھوٹ نہ پائے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے متقی کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''**وَیُقِیمُونَ الصَّلوٰۃَ وَمِمَّا رَزَقنٰھُم یُنفِقُونَ** ''(سورۃ البقرۃ: ۳) متقی وہ لوگ ہیں جو پابندی سے نماز پڑھتے ہیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''**اَحب الاعمَالِ اِلَی اللّٰہِ أَدوَمُھَا وَإِن قَلَّ** ''(صحیح بخاری) لگاتار اور مواظبت والی عبادت اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے اگر چہ وہ عمل تھوڑا ہو، لیکن پابندی کے ساتھ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ اللہ کو جو عبادت زیادہ پسند ہے وہی عبادت ہمیں کرنی چاہیے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا وقرب حاصل ہو سکے۔

اعمال خیر کو لگاتار کرنا عند اللہ افضل ہے، اگر چہ تھوڑا ہو جیسا کہ حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''**فَاتقُوا النَّارَ وَلَو بِشِق تَمرَۃ** ''(صحیح بخاری) ایک ٹکڑا کھجور کا خرچ کر کے انسان عذاب جہنم سے بچ سکتا ہے، اس لیے معمولی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھیں۔
رمضان المبارک کے بعد شوال کے روزے کی بھی بہت فضیلت ہے ''**عن أبی أیوب الأنصاری رضی اللّٰہ عنہ أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: من صام رمضان ثم أتبعہ ستا من شوال کان کصیام الدھر** ''(صحیح مسلم) رمضان کے بعد جس نے شوال میں چھ روزے رکھے اس کو پوری زندگی روزہ رکھنے کے بقدر ثواب عطا کرے گا۔ دیکھئے کتنی بڑی فضیلت ہے، چند ایام روزہ رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عمر بھر روزہ رکھنے کا ثواب عطا کرتا ہے۔

اسی طرح یوم عرفہ کے روزے کی بہت اہمیت اور فضیلت ہے، ''**قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم : صیام یوم عرفۃ أحتسب علی اللّٰہ أنہ**

يكفر السنة التى قبله والسنة التى بعده ، وصيام عاشوراء أحتسب على اللّٰه أنه يكفر السنة التى قبله ''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یوم عرفہ کا روزہ (غیر حاجی) کے لیے گزشتہ وآئندہ ایک ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔اسی طرح یوم عاشوراء کا روزہ گذشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے،اللہ رب العزت محض اپنے فضل وکرم وشفقت سے یہ مواسم عبادت کے لائے ہیں،تا کہ مومنین مخلصین ایسے اوقات غنیمت سمجھیں اور کم وقت میں زیادہ نیکی حاصل کرسکیں۔

جملہ عبادتوں کے لیے سب سے ضروری چیز یہ ہے کہ اخلاص ہو اور سنت کے مطابق ہو،ورنہ اللہ تعالیٰ عمل بلا اخلاص و بلا سنت کے مطابق رد کردیں گے،اس کو مقبول نہیں فرمائیں گے،جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن جن لوگوں کا اولین وہلہ میں فیصلہ ہوگا ان میں سے ایک شہید ہوگا جس کو بلایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے جو جو انعامات واحسانات دنیا میں ہوئے تھے ان کو یاد دلایا جائے گا وہ شہید ان سب انعامات کا اقرار کرے گا،اس کے بعد اس سے پوچھا جائے گا کہ ان نعمتوں کا کیا حق ادا کیا؟ وہ عرض کرے گا اے اللہ! تیرے راستے میں جہاد کرتا رہا حتی کہ شہید ہوگیا،تو ارشاد الٰہی ہوگا یہ جھوٹ ہے، بلکہ جہاد وقتال اس لیے کیا تا کہ لوگ تمہیں بہادر کہیں، چنانچہ تجھے دنیا میں بہادر کہا جاچکا ہے،اس کے بعد حکم ہوگا کہ اس کو منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں ڈال دو، چنانچہ اس کو منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔(نعوذ باللّٰه من ذلك)

اسی طرح ایک عالم اور دولت مند انسان کو بلایا جائے گا،ان کے جھوٹے ہونے کا ثبوت پیش کرنے کے بعد ان کو بھی جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔دیکھئے میرے مسلمان بھائیو! یہ تینوں اشخاص بالآخر جہنم میں ڈال دیے گئے اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے،اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہر موسم وزمانے میں ہر عمل کو اخلاص وسنت کے مطابق کریں،تا کہ ہمیں ناکامی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اللہ رب العزت ہم سب کو اخلاص اور سنت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور پوری زندگی اسی طرح شریعت پر چلنے کی توفیق دے (آمین)۔

☆☆☆

عاشق الٰہی قاسمی،ریاض

مقالات پر تبصرہ

مولانا عبدالباری قاسمی

يا باغي الخير أقبل ويا باغي الشر أقصر

اے خیر کے چاہنے والو آگے بڑھو اور اے شر کے چاہنے والو رک جاؤ

الحمد للّٰہ الذی منَّ علی عبادہ بمواسم الخیرات التی تغفر فیھا الذنوب وتکفر فیھا السئیات ، والصلاۃ والسلام علی رسولہ أفضل من صلی وصام ، وأتقی من تھجد وقام ، صلی اللّٰہ وسلم وبارک علیہ وعلی آلہ وصحبہ ومن تبعہ بإحسان إلی یوم الدین ،

قال تعالیٰ : شَهرُ رَمَضَانَ الَّذی أُنزِلَ فِيهِ القُرآنُ هُدیً لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الهُدیٰ وَالفُرقَان (سورۃ البقرۃ : ۱۸۵)

وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم : "ھو شھر أولہ رحمۃ وأوسطہ مغفرۃ وآخرہ عتق من النار ، فاستکثروا فیہ من أربع خصال: خصلتین ترضون بھما ربکم وخصلتین لا غناء بکم عنھما ، أما الخصلتان اللتان ترضون بھما ربکم فشھادۃ أن لا إلٰہ إلا اللّٰہ وتستغفرونہ ، وأما اللتان لا غناء بکم عنھما فتسألون اللّٰہ الجنۃ وتعوذون بہ من النار "(رواہ ابن خزیمہ والبیھقی وغیرھما)

جس ماہ مبارک کی یہ شان وعظمت ہو، ہم تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں، کثرت سے اعمال صالحہ کریں، نماز، تراویح تلاوت قرآن کریم تدبر کے ساتھ، انفاق فی سبیل اللہ، کثرت سے دعاء واستغفار کریں، جنت کی طلب اور جہنم سے پناہ مانگیں۔

روزہ کی حفاظت:

بعض لوگ کھانے پینے اور خواہش نفس سے رکنے کو روزہ سمجھتے ہیں، جب کہ اپنے ہاتھ پیر آنکھ ناک کان اور زبان کو بے لگام چھوڑ دیتے ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "**من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للّٰہ حاجۃ فی أن یدع طعامہ وشرابہ**" (أخرجہ البخاری)

وقال علیہ الصلاۃ والسلام : "فإذا کان یوم صوم أحدکم فلا یرفث ولایصخب " (أخرجہ البخاری ومسلم)

حضرت جابر کو سنیے وہ کیا کہتے ہیں: **إذا صمت فلیصم سمعُک وبصرُک ولسانُک عن الکذب والمحارم ، ودع أذی الجار ، ولیکن علیک سکینۃ ووقار ، ولاتجعل یوم صومک ویوم فطرک سواء ، فطوبیٰ لمن حفظ صیامہ وصانہ عما یدنسہ ، وعمَّر شھرہ بالصیام والقیام وتلاوۃ الکتاب والإحسان إلی الفقراء والمساکین.**

میرے عزیز دوستو!

ہمیں اللہ رب العزت سے ڈرنا چاہیے، اپنے روزوں کی حفاظت کرنا چاہیے اور رمضان کے مبارک مہینہ سے بھرپور استفادہ کرنا چاہیے۔ انہی امور کی وجہ سے لجنہ علمیہ ریاض نے اپنے لیے اور آپ سبھی بھائی بہنوں کے لیے اس پروگرام کو منعقد کیا، تاکہ رمضان کریم کے آنے سے پہلے اس کا نظام الاوقات تیار کر لیا جائے تاکہ کما حقہ رمضان سے استفادہ ممکن ہو سکے اور رمضان کے شایان شان اس کا استقبال ہو سکے۔

اس مبارک موقعہ سے ہم اپنے متحرک رکن لجنہ علمیہ مولانا نجیب قاسمی کا شکریہ ادا کرتے ہیں، ساتھ ہی آپ سب کے شکر گذار ہیں کہ آپ حضرات اپنے دین کی تکمیل کے لیے یہاں تشریف لائے، ساتھ ہی تمام منتظمین اور اہل مطعم کے شکر گذار ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی کوشش محض اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائے، آمین۔

اب آیئے مقالات کی سیر کرتے ہیں، ہم تمام مقالہ نگار حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اپنا قیمتی وقت صرف کر کے اچھے مقالات لکھے بعض مقالات تو بڑے ہی قیمتی ہیں، اپنی معلومات، زبان کی روانگی اور اسلوب کی رعنائی کے لحاظ سے بعض احباب سے گذارش ہے کہ وہ کوشش کریں، اللہ رب العزت ان کے قلم میں مزید قوت عطا فرمائے گا، آمین۔

پہلا مقالہ بعنوان ''رمضان اور روزہ'' ہے، جسے جناب محمد طاہر قاسمی صاحب نے تیار کیا ہے، اور جناب عبدالستار صاحب قاسمی نے پڑھا ہے۔ مقالہ نگار نے رمضان المبارک کی خصوصیت کو بیان کرتے ہوئے عرض کیا ہے کہ رمضان کے روزے فرض جب کہ دوسرے ماہ کے روزے نفل ہیں۔ اس کے بعد سحور وافطار کی پابندی میں جو برکات ہیں انہیں اجاگر کیا ہے۔

اللہ رب العزت نے اس ماہ مبارک کو تراویح، اعتکاف صدقات، ذکر واذکار اور شب قدر کی عظیم قدر ومنزلت سے نوازا ہے۔ روزے کی اہمیت اور اس کی قدر ومنزلت کے لیے یہ کافی ہے کہ اللہ رب العزت نے اسے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے، ایک حدیث قدسی میں آیا ہے کہ ''**الصوم لی وأنا أجزی به**'' یعنی روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ اس کے بعد جنت کے اس دروازے کا تذکرہ کیا ہے جسے **الریان** کے نام سے جانا جاتا ہے اور یہ روزہ داروں کے لیے مخصوص کیا گیا ہے، اس سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے، اس کے بعد اسے بند کر دیا جائے گا۔

رمضان المبارک کے مہینہ میں اپنے روزوں کی جھوٹ، غیبت اور لغو باتوں سے حفاظت کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس للّٰه حاجة فی أن یدع طعامه وشرابه**'' (بخاری)

موصوف نے دیگر فضائل وخصوصیات رمضان المبارک کا ذکر کیا ہے جسے مفصل مقالہ میں پڑھا جا سکتا ہے۔

دوسرا مقالہ بعنوان'' رمضان المبارک اور قرآن کریم'' ہے، مقالہ نگار جناب مولانا محمد انعام الحق قاسمی ہیں، **شهر رمضان الذی أنزل فیه القرآن هدی للناس وبینات من الهدیٰ والفرقان.** قرآن کریم کا رمضان المبارک سے بڑا گہرا تعلق ہے، اسی ماہ مبارک میں قرآن کریم کا نزول ہوا ''**إنا أنزلناه فی لیلة القدر**'' اسی طرح دیگر آسمانی صحف وکتابیں اسی ماہ مبارک میں نازل کی گئیں۔

قرآن کریم کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ ہر سال رمضان کے مبارک مہینے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے۔

مزید قرآن کریم کی تکریم اس ماہ مبارک میں یہ ہے کہ بحالت نماز قرآن کو سننا یعنی تراویح سنت مؤکدہ ہے جس کا اہتمام پورے عالم اسلام میں کیا جاتا ہے اور ہمیں بھی کرنا چاہیے۔

موصوف نے بہت سارے نمونے پیش کیے ہیں کہ ہمارے اسلاف کس طرح قرآن کی تلاوت کا اہتمام فرماتے تھے، یہاں تک کہ بعض بزرگان دین کے بارے میں مشہور ہے کہ رمضان المبارک میں ساٹھ مرتبہ قرآن ختم کیا کرتے تھے، ہمیں بھی کمر بستہ ہو کر قرآن کریم سے خاص شغل رکھنا چاہیے، نہ جانے اگلا

رمضان کسے نصیب ہو۔

تیسرے مقالہ بعنوان ''رمضان المبارک کے شب وروز'' ہے۔مقالہ نگار جناب مولانا غفران ساجد قاسمی ہیں۔مقالہ کافی مفصل ہے،اس میں مقالہ نگار نے رمضان سے متعلق مختلف گوشوں کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے،زبان شستہ اور اسلوب بیان بھی قابل تعریف ہے۔

مقالہ نگار نے رمضان کریم کی فضیلت پر خاطر خواہ روشنی ڈالی ہے،سحری کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے اور اللہ رب العزت کی طرف سے پوری امت محمدیہ پر بڑا کرم ہے،کیوں کہ اس سے ہمیں روزہ رکھنے میں تقویت ملتی ہے۔روزہ افطار کرنا،افطار میں جلدی کرنا اور دوسروں کو افطار کروانا کہ اس کا ثواب افطار کروانے والے کو ملتا ہے،جب کہ روزہ رکھنے والے کے ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

پھر موصوف نے نماز تراویح کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے اور اس ماہ مبارک میں تہجد کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی ہے،کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''**من قام رمضان إیمان واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه**''۔

اس ماہ مبارک کی خصوصی عبادت اعتکاف ہے،اس سنت کو زندہ کرنے کی شدید ضرورت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری رمضان میں بیس دنوں کا اعتکاف کیا تھا۔مقالہ نگار نے مختصراً شب قدر سے بھرپور استفادہ کی دعوت دی ہے۔اخیر میں صدقۃ الفطر کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا ہے کہ یہ سنت بڑی اہمیت کی حامل ہے،اسے عیدگاہ جانے سے پہلے ادا کر دینا چاہیے۔

موصوف کے مقالہ کی روشنی میں ہم ماہ رمضان کا نظام الاوقات اس طرح ترتیب دیں کہ دنیاوی اہم امور بھی متأثر نہ ہوں اور ہم رمضان کریم سے بھی مکمل استفادہ کرسکیں۔اللہ تعالیٰ مولانا کی محنت کو قبول فرمائے،آمین۔

چوتھا مقالہ بعنوان ''ماہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ'' ہے،مقالہ نگار جناب مولانا عبدالرحمٰن عمری ہیں۔

''**إنا أنزلناه فی لیلة القدر**'' سے مقالے کا آغاز کیا ہے،کیوں کہ آخری عشرہ میں سب سے اہم عمل شبِ قدر کی تلاش ہے،اس عشرہ کی اہمیت کے لیے یہ کافی ہے کہ اللہ رب العزت نے اسی عشرہ میں قرآن کریم کو نازل فرمایا۔

اور شبِ قدر کی مزید اہمیت اس امر سے ظاہر ہوتی ہے کہ اس رات کی عبادت ۸۳/ سال کی عبادت سے بھی بہتر ہے،ہمیں اس طرح اس رات کو تلاش کرنا چاہیے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا کہ خود بھی جاگتے تھے اور اپنے اہل خانہ کو بھی بیدار کرتے تھے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوال کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس رات میں یہ دعاء کثرت سے کرنا چاہیے''**اللّٰھم إنک عفو تحب العفو فاعف عنی**''

موصوف نے اپنا مقالہ اس شعر پر ختم کیا ہے ؎

دو دن کی زندگی ہے اسے تو سنوار لے
توبہ کا در کھلا ہے خدا کو پکار لے
تقدیر بن کے پھیل جا روئے زمیں پر
قرآن اپنے سینے کے اندر اتار لے

پانچواں مقالہ بعنوان ''زکوۃ وصدقۂ فطر کے مسائل'' ہے، مقالہ نگار جناب جاوید اختر قاسمی ہیں۔

مقالہ نگار نے زکوۃ کے لغوی اور اصطلاحی معانی بیان کیے اور اس کی اہمیت قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کی، گرچہ زکوۃ کا رمضان المبارک سے عضوی تعلق نہیں ہے، البتہ رمضان کریم میں زکوۃ وصدقات نکالنے سے اجر وثواب میں اضافہ ہوتا ہے، خصوصاً اس لیے بھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں صدقہ کا خصوصی اہتمام کیا کرتے تھے خصوصاً جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس قرآن کریم کا دور کرنے تشریف لاتے تھے۔

موصوف نے نصاب زکوۃ اور مصارف زکوۃ پر مفصل گفتگو کی ہے، اسے غور سے ملاحظہ کرنا چاہیے کہ یہ امر بہت اہمیت کا حامل ہے۔ مقالہ کا حاصل صدقۂ فطر کا مفصل بیان ہے، اس کی اہمیت تمام علمائے کرام کے نزدیک متفق ہے، اسے عیدگاہ جانے سے قبل نکالنا بہتر ہے، تاکہ کوئی محتاج خالی پیٹ نہ رہ جائے۔

آخری مقالہ بعنوان ''رمضان المبارک کے بعد'' ہے، مقالہ نگار جناب مفتی عاشق الٰہی قاسمی ہیں۔

موصوف نے اپنا مقالہ ''**لیلۃ الجائزۃ**'' سے شروع کیا ہے، بہت سارے احباب اس رات کی اہمیت نہیں سمجھتے، اس رات کو گپ شپ اور کھیل کود میں گذار دیتے ہیں، جب کہ یہ رات شکر بجالانے کی رات ہے، پورے مہینہ روزے کی مزدوری اور انعام پانے کی رات ہے، اسے ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیے۔

پھر مفتی صاحب نے شش عید کی طرف توجہ دلائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**من صام رمضان ثم أتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر**'' ان چھ روزوں کی بدولت آپ کو پورے سال روزہ رکھنے کا ثواب حاصل ہوجائے گا، اس لیے اسے غنیمت جانتے ہوئے اپنے نفس کو اس کا عادی بنانا چاہیے۔

رمضان المبارک کے روزے اور دیگر اعمال صالحہ قبول ہونے کی علامت یہ ہے کہ ہمیں مزید اعمال صالحہ کی توفیق ہو۔

اللّٰهم تقبل منا صيامنا وقيامنا وصالح أعمالنا

واللّٰه ولی التوفیق

عبدالباری قاسمی

استقبال رمضان کے موضوع پر لجنہ علمیہ، ریاض کی پانچویں ورکشاپ ۲۲ شعبان ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۰ جون ۲۰۱۴ء بروز جمعہ منعقد ہوئی، اللہ اس خدمت کو قبول فرمائے۔